نجم

سورہ نمبر 53

تنزیلی نمبر 26*

آیات 62

پارہ 27

مکی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورہ نجم

فضیلت سورہ نجم

- امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ جو بھی ہر روز یہ ہر شب سورہ نجم کو پڑھے گا تو وہ لوگوں کے درمیان قابلِ ستائش زندگی گزارے گا اس کی مغفرت کردی جائے گی اور وہ لوگوں میں محبوب ہوگا۔ (فوائد قرآن، بحوالہ ثواب الاعمال)

- خواص القرآن میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ جو بھی یہ سورہ پڑھے گا تو اللہ تعالیٰ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تصدیق کرنے والوں کی تعداد سے دس گنا زیادہ نیکیاں اسے عطا کرے گا اور جو شخص اس سورے کو چیتے کی کھال پر لکھ کر خود پر آوایزاں کرے گا تو وہ جس بادشاہ کے پاس جائے گا اُس کا دل اُس بادشاہ کے سامنے قوی رہے گا۔ (فوائد قرآن)

نزول

? **یہ سورہ کب نازل ہوا؟ اور اسی مناسبت سے معراج کب ہوئی؟**

📖 المیزان میں آیا ہے کہ یہ پہلی سورۃ ہے جس کی تلاوت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علی الاعلان مؤمنین اور مشرکین کے سامنے فرمائی۔ (کوثر)

✎ یہ سورہ یقیناً مکی دور کے پہلے حصے سے وابستہ ہے۔ اور موجودہ مشہور تنزیلی آرڈر کے حساب سے 23 نمبر پر ہے۔ جرمن نولدیک اسکالر نے بھی اسے 28 نمبر پر رکھا ہے۔ (جو لگ بھگ ایک ہی بات ہے) (چیک وکیپیڈیا)

✎ بندہ حقیر کی ریسرچ کے مطابق، یہ سورۃ، سورۃ عبس سے پہلے نازل ہوئی ہے، اور علی الاعلان کا حکم *سورۃ الحجر 15:94* میں آیا ہے: فَٱصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَأَعْرِضْ عَنِ ٱلْمُشْرِكِينَ "(پس آپ وہ بات کھول کر کہہ دیجئے جس کا آپ کو حکم دیا گیا ہے، اور مشرکوں کی پرواہ نہ کیجیے۔")۔ پر سورہ حجر میں "خلقتِ آدم" کا بھی ذکر تفصیل سے ہے، جبکہ خلقتِ آدم کا ذکر سب سے پہلے "سورہ ص" میں آیا ہے۔ اس لیے معراج کا واقعہ اسی مقام پر ہوا ہوگا، جب ابھی کھلم عام اعلان نہیں کیا گیا تھا۔ تاکہ اپنی تبلیغ کو زیادہ پختگی و شدت کے ساتھ سرانجام دیں، کیوں کہ اب سختیاں بھی بڑھنے والی تھیں۔ یعنی نجم، عبس، ص، پھر حجر۔۔ (واللہ اعلم)

✎ معراج کے بعد ہی انہیں کھلے عام تبلیغ اعلان کا حکم دیا گیا، جیسا کہ اوپر مفسرِ المیزان نے لکھا ہے۔ اور مشھور یہ ہی ہے کہ نبی اکرمﷺ نے بعثت کے بعد 3 سال صرف اپنے "گھر والوں" – عزیز و اقارب کو اسلام کی دعوت دی۔ اس دعوت کا "باہر والوں" کو یقیناً معلوم تو تھا، پر علی الاعلان نہیں کیا گیا تھا۔ پھر جب اعلان کیا تو پہلے اللہ نے انہیں اپنی بڑی بڑی نشانیاں دکھائیں، جس کا اس سورہ میں آگے ذکر آئے گا۔

مکی و مدنی سورتوں کا تعداد:

✎ مکی سورتیں = 87، آیات = 4680

مدنی سورتیں = 27، آیات = 1556

(سورہ رحمٰن کے بارے میں اختلاف ہے کہ مکی ہے یا مدنی، پر اکثر مفسرین نے مکی کائونٹ کیا ہے، اور تاریخ طبری، ج2، ص79، اردو میں آتا ہے کہ مکہ میں علانیہ عبداللہ ابن مسعود (رض) نے سورہ رحمٰن کی تلاوت کی۔ جبکہ سورہ کا لب و لہجہ بھی بتاتا کہ یہ مکی ہے۔ جس کو سن کر کوئی بھی نرم دل ایمان لا سکتا ہے۔)

اس حساب سے...

⇦ سورتوں کی تعداد کے حساب سے:

87 is 76.32% of the total 114

27 is 23.68% of the total 114

(لگ بھگ ایسے ہی ہے جسے پانی و خشکی کا زمین پر تناسب ہو)

⇦ آیات کے تعداد کے حساب سے:

مکی = 4680 = 75.05%

مدنی = 1556 = 24.95%

کل = 6236 (کوفی قرات)

✎ لیکن یہ بھی ذھن نشین رہنا چاہیے، مکی آیتیں اگرچہ تعداد کے حساب سے زیادہ ہیں پر یہ چھوٹی چھوٹی آیتیں ہیں۔ جبکہ مدنی آیتیں اگرچہ تعداد میں بہت قلیل ہیں، پر ان میں بہت بڑی بڑی آیتیں آتی ہیں۔

✎ الفاظ کے تعداد کے حساب سے:

مکی = 98323 = 62.26%

مدنی = 59612 = 37.74%

کل = 157935

✎ اور حروف کے تعداد کے حساب سے:

مکی = 411089 = 61.46%

مدنی = 257595 = 38.54%

کل = 668684

✎ سورتوں اور آیتوں کا تناسب آپس میں ملتا ہے، 75/25

اور الفاظ و حروف کا تناسب آپس میں ملتا ہے، 62/38

جب ستارہ گرا

1۔ وَالنَّجۡمِ اِذَا هَوٰىۙ ۱

قسم ہے تارے کی جب وہ گرا۔

(اظھر)

📖 **هَوَىٰ ۔ يَهْوِىْ ۔ هَوِيًّا ۔ اوپر سے نیچے گرنا۔ هَوَىٰ الشَّيْئُ ۔ چیز اوپر سے نیچے کی طرف گری۔ (مفہوم القرآن)**

Stars and Supernova

✎ **ستارے اس کائنات کے عظیم الشان مخلوق ہیں۔ ان کی زندگی اربوں سالوں تک محیط ہوتی ہے۔ ہمارہ سورج کی عمر 5 ارب سال ہے اور ابھی نوجوان ہے۔ ستارے جب بوڑھے ہوجاتے ہیں تو انکا جسم کافی بڑھ جاتا، اور بالآخر یہ مرجاتے، ٹوٹ جاتے، گِر جاتے، یا اصطلاحً غروب ہوجاتے ہیں۔ انکا مرنا کائنات کا ایک عظیم phenomenon میں سے ہے جسے انگریزی میں سپرنوا Supernova کہتے۔ جب سپرنوا ہوتا تو ستاروں سے ایک عظیم انرجی / روشنی خارج ہوتی ہے، اور وہ اتنی طاقتور ہوتی کہ اس کے راستے میں جو آئے خاک ہوجائے، بلکہ خاک بھی نہ بچے۔ بلکہ جو انکے راستے سے کافی دور ہوں وہ بھی کافی متاثر ہوسکتے۔ مثال کہ طور اگر ہماری زمین سے کافی دور کوئی سپرنوا ہو اور وہ ہمارے پلانیٹ ارتھ کے قریب سے گزرے تو اس کاپورا Atmosphere کو اڑا سکتا ہے۔ یعنی پلک جھپکتے زمین پر بسنے والی انسان، جانور پودے سب مرجائیں۔ اور اگر کسی سپرنوا کے**

سیدھا راستے میں آگئے تو پھر پوچھیے بھی مت کہ ہماری خاک بھی باقی بچے گی کہ نہیں۔

Elements and Star-Dust

- **کائنات میں جتنے بھی عناصر پائے جاتے ہیں، (آج کے دور میں کم و بیش 110 جنہیں ہم جانتے، جن مادی اجزاء سے پوری کائنات بنی ہیں) انہیں ستاروں میں پیدا ہوتے ہیں (شروعات میں ستاروں میں صرف ہائڈروجن اور ہیلیم ہوتی، پر آہستہ آہستہ جیسے جیسے ستارے کی عمر بڑھتی تو زیادہ بھاری ایلیمنٹس اسکے کور/مرکز میں بننا شروع ہوتے، سونا/چاندی کافی بھاری ایلیمنٹس ہیں جو قدرا دیرسے بنتے)، جب ستارہ سپرنوا ہوتا، یعنی مرجاتا/ٹوٹ جاتا، تو وہ سارے عناصر کائنات میں بکھر جاتے، اور انہیں میں سے پلانیٹس/سیارے بنتے ہیں۔ یعنی heavy-elements ستارے کے آخری دور میں بنتے، اور جب تارہ "ہوئ" ہوجاتا تو اُسی میں سے earth بنتی اور earth سے نکلنے والے earthlings بنتے۔ ہم انسانوں کا وجود زمین کے اجزاء سے ہے، اور زمین کے اجزاء ستاروں کی پراڈکٹس ہیں۔ ہمارے جسم میں جتنے بھی عناصر پائے جاتے وہ کسی نہ کسی دور (یعنی اربوں کھربوں سال پہلے) کسی ستارہ کا حصہ رہے ہوں گے۔ یعنی کارل سیگن نے کہا تھا، "ہم ستاروں کی اولاد ہیں"- ایک تھیوری کے مطابق ہمارے جسم کا زیادہ تر حصہ تو اسی سٹارڈسٹ Star-Dust کا ہے، پر کچھ ہائڈروجن اور لیتھیم کے ٹریسز Big-Bang سے جاکر ملتے ہیں۔**

Near-Earth-Supernova

- 30 سے 1000 نوری سال کے اندر کوئی سپرنووا ہو تو اسے نیئر ارتھ سپرنووا کہتے، جس سے زمین کو خطرہ ہوسکتا ہے. سائنسدانوں کی زیادہ تر نظر تو بڑے سپرنوا جسے Type II کہا جاتا پر مرکوز ہے پر زیادہ خطرہ کچھ چھوٹے ستارے جنہیں Dwarf Star کہا جاتا، سے ہوسکتا ہے، جو زمین کے قریب بھی ہوسکتے اور اچانک surprise بھی دے سکتے ہیں.

- اگر "ھَوٰی" سے مراد ہم سپرنوا لیں تو پتا چلتا جب خدا کسی چیز کی قسم کھاتا تو یقینا وہ ایک بہت بڑی قسم ہوتی. سپرنوا کو آج سے پہلے لوگ یقیناً اس تفصیل سے نہیں جانتے تھے، آج کے دور میں جب very large telescopes بنے جنکو خلا میں رکھا گیا تب جاکر صحیح سے پتا چلا supernova کیا ہوتا ہے. اسی طرح جب جب خدا نے کسی چیز کی قسم کھائی، یا تو اسکے پیچھے ایک پوری فلاسافی اور تھیوریز ہوتی ہیں جن کو سمجھنا اتنا آسان نہیں یا جن کو ہم اب تک صحیح طرح سے سمجھ نہیں پائے.

- ستاروں کی حرکت اپنے زوال اور تباہی کی جانب ہے اور وہ آئندہ ختم ہوجائیں گے. (نور)

نہ بھکا نہ بھٹکا

2۔ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمۡ وَمَا غَوٰىۚ ٢

تمہارا صاحب نہ بھٹکا ہے نہ بھکا ہے۔

(اظھر)

تکویر، 81:22، وَ مَا صَاحِبُكُمۡ بِمَجۡنُوۡنٍۚ ٢٢

📖 صَاحِبُكُمۡ :صاحب یعنی ساتھی، رفیق۔ ایک محاورہ ہے جہاں کوئی اور رشتہ بتانا منظور نہ ہو تو وہاں صَاحِبُكُمۡ کہتے ہیں۔ جیسے ہم "یار" کہتے ہیں۔ (کوثر)

📖 ستارا گرتا ہے گِر سکتا ہے، تمہارا یہ ساتھی (محمدﷺ) نہ بھٹک سکتا ہے نہ گمراہ ہوسکتا ہے۔ (اسرار احمد)

3۔ وَمَا يَنۡطِقُ عَنِ الۡهَوٰىؕ ٣

اور نہیں بولتا وہ اپنے خواہشِ (نفس) سے۔

(اظھر)

4۔ اِنۡ هُوَ اِلَّا وَحۡىٌ يُّوۡحٰىۙ ٤

مگر کہ وہ ہے وحی جو ان کو کی جاتی ہے۔

(اظھر)

✎ یہ پہلی چار آیات، مقدمہ بنتی ہے اُس بات کا جو اللہ تعالیٰ آگے بیان کرنے والے ہیں۔ پہلی آیت میں ستارے کی قسم کھا کر شروع کی جاتی ہے، یعنی بات آسمانوں سے وابستہ ہے، اور باقی تین آیات: تمہارا صاحب نہ بہکا نہ بھٹکا، اور یہ اپنی مرضی سے کچھ بولتا بھی نہیں، بس وہی بولتا ہے جو وحی کی جاتی ہے، سے پتا

چلتا کہ یہ سب الزام نبی اکرمﷺ کے اوپر لگے، یا لگنے والے تھے، اس لیے پہلے ہی کلیئر کر دیا گیا، ایسا نہیں ہے۔ اُس نے جو کچھ آسمانوں میں دیکھا، سب سچ بتا دیا۔ اور غیب کے معاملے میں وہ بخیل بھی نہیں۔

وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِينٍ ۚ ٢٤ (تکویر، 81:24)
اور وہ پوشیدہ باتوں (کے ظاہر کرنے) میں بخیل نہیں

کلام بعد میں کرتے ہیں ان کا کلام خواہ قرآن کی صورت میں ہو یا حدیث کی شکل میں بہرحال وہ وحی الٰہی کے عین مطابق ہوتا ہے۔ (تفسیر صافی و نورالثقلین) (فیضان الرحمٰن)

اس میں قرآن مجید کی کوئی تخصیص نہیں ہے بلکہ الفاظ قرآن آپ کے مطابق نطق یعنی "بات کرنے" سے متعلق ہیں جس میں آپ کے وہ ارشادات بھی داخل ہیں جو "احادیث" کہلاتے ہیں۔
یہ اور بات ہے کہ قرآن "وحی لفظی" کے طور پر نازل ہوا ہے اور آپ کے احادیث "وحی معنوی" کے طور پر مرضی الٰہی کے مطابق ہیں اور اس طرح یہ آیت حضرتؑ کی عصمت قولی کا ثبوت ہے۔
مسلمانوں کے سامنے آپ کی عصمت عملی کی خالق کی طرف سے سند ہے کہ آپ کسی قسم کی بھی عملی و قولی غلطی سے بری ہیں۔ اب کوئی... رسول اللہ ﷺ کو یہ سمجھے کہ بہک کر یا بھٹک کر کوئی کام کر رہے ہیں تو وہ خالق کے اعلان کو جھٹلانے والا ہوگا۔ اسی طرح آپ کی کسی قول کو کسی نفسانی جذبے پر مبنی قرار دینا قرآنی اعلان سے انحراف ہوگا۔ (فصل الخطاب)

؟ آیا رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک سے نکلا ہوا سب الفاظ وحی ہوا کرتے تھے؟ یا یہ آیت صرف قران وحی کے متعلق بات کرتی ہے؟

اسکا جواب مودودی صاحب نے دیا ہے۔

📖 **اس کا جواب یہ ہے کہ جہاں تک قرآن مجید کا تعلق ہے اس پر تو اس ارشاد کا اطلاق بدرجہ اولیٰ ہوتا ہے۔**

📖 **رہیں وہ دوسری باتیں جو قرآن کے علاوہ آنحضرت ﷺ کی زبان مبارک سے ادا ہوتی تھیں تو وہ لا محالہ تین ہی قسموں کی ہو سکتی تھیں۔**

1. **ایک قسم کی باتیں وہ جو آپ تبلیغ دین اور دعوت الیٰ اللہ کے لیے کرتے تھے، یا قرآن مجید کے مضامین اس کی تعلیمات اور اس کے احکام و ہدایات کی تشریح کے طور پر کرتے تھے... ان امور میں تو آپ کی حیثیت در حقیقت قرآن کے سرکاری ترجمان، اور اللہ تعالیٰ کے نمائندہ مجاز کی تھی۔ ان میں اور قرآن میں فرق صرف یہ تھا کہ قرآن کے الفاظ اور معانی سب کچھ اللہ کی طرف سے تھے، اور ان دوسری باتوں میں معانی و مطالب وہ تھے جو اللہ نے آپ کو سکھائے تھے اور ان کو ادا آپ اپنے الفاظ میں کرتے تھے۔ اسی فرق کی بنا پر قرآن کو وحی جلی، اور آپ کے ان دوسرے ارشادات کو وحی خَفِی کہا جاتا ہے۔**

2. **دوسری قسم کی باتیں وہ تھیں جو آپ اقامت دین کی خدمات کے سلسلے میں کرتے تھے۔ (یعنی یہ باتیں بالکل قرآن کے متعلق تو نہ تھی، پر دین کے لیے ضرور تھی، جیسے جنگ کی تیاری کرنا، جنگ کے لیے اپنے اصحاب سے مشورہ لینا، یا اور اسلامی ریاست کے لیے جو ضروری اقدامات ہوں، یہ سب امور بھی یقیناً) خواہش نفس پر مبنی نہ تھے۔ اس لیے کہ دعوت اسلامی کے قائد و رہنما اور جماعت مومنین کے سردار اور حکومت اسلامی کے فرمانروا کا جو منصب آپ کو حاصل تھا وہ آپ کا خود ساختہ یا لوگوں کا عطا**

کردہ نہ تھا بلکہ اس پر آپ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مامور ہوئے تھے، اور اس منصب کے فرائض کی ادائیگی میں آپ جو کچھ کہتے اور کرتے تھے اس میں آپ کی حیثیت مرضی الٰہی کے نمائندے کی تھی۔ اس معاملے میں آپ نے جو باتیں اپنے اجتہاد سے کی ہیں ان میں بھی آپ کا اجتہاد اللہ کو پسند تھا اور علم کی اس روشنی سے ماخوذ تھا جو اللہ نے آپ کو دی تھی۔ اسی لیے جہاں آپ کا اجتہاد ذرا بھی اللہ کی پسند سے ہٹا ہے وہاں فوراً وحی جلی سے اس کی اصلاح کردی گئی ہے۔ آپ کے بعض اجتہادات کی یہ اصلاح بجائے خود اس بات کی دلیل ہے کہ آپ کے باقی تمام اجتہادات عین مرضی الٰہی کے مطابق تھے۔

3. تیسری قسم کی باتیں وہ تھیں جو آپ ایک انسان ہونے کی حیثیت سے زندگی کے عام معاملات میں کرتے تھے۔ اس نوعیت کی باتوں کے متعلق سب سے پہلے تو یہ سمجھ لینا چاہیے کہ ان کے بارے میں کفار سے کوئی جھگڑا نہ تھا۔ (یعنی یہ باتیں خارج اس بحث ہیں۔) لیکن اس مقام پر ان کے خارج از بحث ہونے کے باوجود یہ امر واقعہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک سے کوئی بات اپنی زندگی کے اس نجی پہلو میں بھی کبھی خلاف حق نہیں نکلتی تھی۔ مسند احمد اور ابوداؤد میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص کی روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں جو کچھ بھی رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک سے سنتا تھا وہ لکھ لیا کرتا تھا تاکہ اسے محفوظ کرلوں۔ قریش کے لوگوں نے مجھے اس سے منع کیا اور کہنے لگے تم ہر بات لکھتے چلے جاتے ہو، حالانکہ رسول اللہ ﷺ انسان ہیں، کبھی غصے میں بھی کوئی بات فرما دیتے ہیں۔ اس پر میں نے لکھنا چھوڑ دیا۔ بعد میں اس بات کا ذکر میں نے حضور

سے کیا تو آپ نے فرمایا "اکتب فو الذی نفسی بیدہ ما خرج منّی الّا الحق"، تم لکھے جاؤ، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، میری زبان سے کبھی کوئی بات حق کے سوا نہیں نکلی ہے "۔ (تفہیم القرآن - مودودی)

- وما آتاکم الرسول فخذوہ وما نھاکم عنہ فانتھوا (سورہ حشر59، 7)
اور جو کچھ رسول ﷺ تم لوگوں کو دے دیں وہ لے لو اور جس چیز سے روک دیں اس سے رک جائو۔

- من یطع الرسول فقد أطاع اللہ (نساء 4، 80)
جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے دراصل خدا کی اطاعت کی۔

- لہذا یہ جسارت کرنا کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مرض میں معاذاللہ ہذیان ہوتا تھا، قرآنی صراحت کے خلاف ہے۔ (کوثر)

شدیدُ القُوٰی

5۔ عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰىۙ ٥

ان کو نہایت قوت والے نے سکھایا ہے۔
(جالندھری)

- اس سے یا اللہ مراد ہے یا جبرئیل۔ مفسرین میں اختلاف ہے۔ جس نے اللہ سمجھا وہ آیت نمبر 10 کی وجہ سے جو کہتی " اللہ نے وحی کی"۔ آیت 10 اگر اللہ کے لیے ہے تو آیت 5 سے ہی اللہ کی طرف اشارہ سمجھا گیا۔ اور جو جبرئیلؑ مراد لیتے ہیں، وہ اس

لیے کہ ان آیات (5 سے 9) کا لب و لہجہ جسم و مکان کا اشارہ دیتا ہے۔ اور اللہ ان سب چیزوں سے پاک ہے، اور آیت 10 کے حوالے سے پھر یہی کہتے کہ اللہ نے ہی وحی کی پر جبرئیلؑ کی ذریعے سے۔

🕮 **اگرجبرئیل نے پڑھایا بھی تو معلم بن کر نہیں بلکہ پڑھایا تو اللہ نے جبرئیل کو بس واسطہ بنایا۔ (فیضان الرحمٰن)**

✎ **تفسیر کوثر، تفسیر فیضان الرحمٰن، تفسیر فصل الخطاب، بیان القرآن - اسرار احمد، تفہیم القرآن - مودودی نے اس سے جبرئیلؑ امین مراد لیا ہے۔**

اور تفسیر نمونہ حاشیہ میں لکھتے ہیں: "اس تفسیر کو کہ "شدید القویٰ" سے مراد جبرئیل امین ہیں۔ ایک گروہ کثیر نے اختیار کیا ہے، منجملہ ان کے طبرسی نے "مجمع البیان" میں، بیضاوی نے "انوار التنزیل" مین، زمخشری نے "کشاف" اور قرطبی نے اپنی تفسیر "روح البیان" میں، فخر رازی نے "تفسیر کبیر" میں، سید قطب نے "فی ظلٰل القرآن" میں، اور مراغی نے اپنی تفسیر میں، علامہ طباطبائی کی تعبیریں بھی "المیزان" میں زیادہ تر اسی طرف مائل ہیں۔"

✎ **دوسری جانب: تفسیر نورالثقلین، مفہوم القرآن، تفسیر نور، اور تفسیر نمونہ نے اس سے بذات خود اللہ تعالیٰ مراد لیا ہے۔**

✎ بندۂِ ناچیز کی تحقیق و عقل کے مطابق آیت 5 سے 8 تک (اور غالبا 9 بھی) حضرت جبرئیلؑ کے متعلق ہیں، پر آیت 10 (وحی والی آیت) اللہ تعالیٰ کے لیے ہے۔ (واللہ اعلم)

6۔ ذُوۡ مِرَّۃٍ ؕ فَاسۡتَوٰی ۙ ٦

صاحب قوت، پھر سیدھا کھڑا ہوا۔

(اظھر)

7۔ وَ ہُوَ بِالۡاُفُقِ الۡاَعۡلٰی ؕ ٧

اور وہ افق اعلیٰ پر تھا۔

(اسرار احمد)

تکویر، 81:23، وَلَقَدۡ رَاٰہُ بِالۡاُفُقِ الۡمُبِیۡنِ ۚ ٢٣

(اس نے اس کو روشن افق پر دیکھا ہے)

8۔ ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰی ۙ ٨

پھر نزدیک ہوا اور اتر آیا۔

(جوناگڑھی)

📖 دَنَا۔ یَدۡنُوۡ۔ دُنُوّاً۔ دَنَاوَۃً۔ قریب ہونا۔ اَلدُّنۡیَا۔ نزدیک ترین چیز (یہ مونث ہے۔ اس کا مذکر اَ دۡنٰی ہے)... اَلۡاَدۡنٰی کے معنی ہیں زیادہ قریب، لیکن کبھی اس سے مراد اَصۡغَرُ ہوتاہے۔ ایسی صورت میں اس کے مقابلہ میں اَکۡبَرُ آتا ہے۔ کبھی اس سے مراد اَرۡذَلُ ہوتا ہے تو اس کے مقابلہ میں خَیۡرٌ آتا ہے۔جب اس سے مراد اَقۡرَبُ ہوتا ہے تو اس کے مقابلہ میں اَ قۡصَیٰ آتا ہے**(تاج وراغب) ۔ (ڈکشنری آف قرآن)

📖 اَلدَّلۡوُ۔ ڈول۔ ا سی سے اَدۡلٰی کے معنی ہیں کسی چیز تک پہنچنے کے لیے ذریعہ یا وسیلہ فراہم کرنا۔ جیسے پانی تک پہنچنے کے لیے

ڈول ڈالنا پڑتا ہے۔ ڈول کو کنویں میں لٹکانے کی جہت سے تَدَلّٰی کے معنی ہوتے ہیں لٹکنا۔ (ڈکشنری آف قرآن)

9۔ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰىۚ ٩

پھر ہوا قاب قوسین یا اور قریب تر۔
(اظھر)

📖 او - "یا" کا لفظ اظہار تردد اور شک کے لیے نہیں ہے بلکہ وہ "بلکہ" کے معنی میں ہے ... (فصل الخطاب)

📖 قرآن کریم میں مقام نبوت کے متعلق ہے۔ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى۔ ایام جاہلیت میں عربوں کا قاعدہ تھا کہ جب وہ ایک دوسرے سے محکم عہد باندھتے تو وہ دو کمانیں لیتے۔ ایک کو دوسرے کے ساتھ ملا دیتے اور اس طرح ان دونوں کا قَابٌ ایک کر دیتے۔ پھر ان دونوں کمانوں کو اکٹھا کھینچ کر ایک تیر چلاتے۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہوتا کہ ہم ایک جان دو قالب ہیں۔ ایک کی رضامندی دوسرے کی رضامندی ہے۔ جو ایک چاہتا ہے وہی دوسرا چاہتا ہے۔ ہم دونوں ہم آہنگ زندگی بسر کرنے کا عہد کرتے ہیں**(بحوالہ روح المعانی).(مفہوم القرآن – ڈکشنری)

✎ اسکی مشہور معنیٰ یہ بتائی جاتی کہ حضرت جبرئیلؑ اتنے قریب آگئے کے دو کمانوں کا مفاصلہ رہ گیا یا اس سے قریب۔ ایک ادنیٰ سا طالب علم ہونے کے ناتے یہ بات مجھے کبھی سمجھ نہیں آئی – دو کمان کا مفاصلہ یعنی کئی 6 سے 12 فُٹ؟ مجھے یہ بات سمجھ نہیں آتی کہ اللہ تبارک و تعالیٰ جب distance ناپنے کی

بات کرتے تو کمان کی مثال کیوں دیتے ہیں؟ جو کہ ایک ٹیڑی ڈنڈی ہوتی۔ (کیا کوئی ٹیڑی ڈنڈی سے بھی ناپنے کا کام لیتا ہے؟ جب کہ کمان کا کوئی standard length بھی نہیں ہوا کرتی، کوئی چھوٹی ہوتی تو کوئی لمبی) ...

تو پھر کہنا پڑے گا "قاب قوسین" یا تو عربوں کا کوئی phrasal-word ہے، جس کی معنیٰ کچھ اور ہے۔

یا پھر وہ معنی زیادہ معقول ہے جو اوپر ڈکشنری میں بیان کی گئی، یعنی جب دو کمان آپس میں ملا دیے جاتے اور بیچ میں کوئی فاصلہ نہیں رہتا۔ یعنی سورہ تکویر کا "رسول کریم" (حضرت جبرئیلؑ) اور سورہ حاقہ کا "رسول کریم" (حضرت محمد ﷺ) قاب قوسین ہوگئے (ایک جان دو قالب)۔

پر اللہ کہتا "یا اس سے بھی قریب" یہ اس بات کی طرف اشارہ ہوسکتا کہ فرشتوں کی شکل و ہیئت و حجم کو سمجھنا اور متعین کرنا انسانوں کے دماغوں کے حساب سے complicate ہے، وہ غالبا ویسے نہیں ہیں جیسے ہم نے سمجھ رکھا ہے، (ہاں، جب دنیا پر آتے کسی انسان کے پاس (جیسے بیبی مریم و ذکریا) تو انسانی شکل اختیار کر لیتے...   وہ نوری مخلوق ہیں تو "نور" کی حدود کو متعین کرنا fixed چیز نہیں۔ انکا بیان و تصور مشکل ہے، اس لیے انسان الفاظ میں یہ بیان مشکل ہے کہ کہا جائے آیا وہ "قوب قوسین" ہوگئے، یا اس سے بھی قریب تر۔ (واللہ اعلم)

اللہ نے وحی کی جو کی

10- فَاَوۡحٰۤی اِلٰی عَبۡدِہٖ مَاۤ اَوۡحٰی ؕ۱۰

پھر وحی کی اپنے بندے کی طرف جو وحی کی۔
(اظھر)

🕮 اس سے واضح ہوتا ہے کہ تمام وحی الٰہی جو پیغمبر اسلامؐ کو ہوئی وہ سب قرآن مجید میں منحصر نہیں ہے بلکہ کچھ ایسی وحی بھی ہے جو قرآن میں درج نہیں ہے۔ (فیضان الرحمن)

🕮 فَاَوحٰی :اس آیت کی تشریح تو یہ ہے کہ فَاَوحٰی اللہ نے اپنے بندے پر وحی کی۔ دوسری تشریح یہ ہے کہ جبرئیل نے اللہ کے عبد پر وحی کی۔ چونکہ سابقہ تمام ضمائر کو جبرئیل کی طرف سمجھا ہے لہٰذا یہ تشریح بھی درست ہے اور پہلی تشریح بھی درست سمجھی جا سکتی ہے۔ چونکہ عَبدِہٖ قرینہ بن سکتا ہے کہ اَوحٰی کی ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف ہے۔ (کوثر)

🕮 جہاں ضمیر کا مرجع کسی خاص شخص کی طرف سیاق کلام سے صاف ظاہر ہو رہا ہو وہاں ضمیر آپ سے آپ اسی کی طرف پھرتی ہے خواہ اس کا ذکر پہلے نہ آیا ہو۔ اس کی متعدد نظیریں خود قرآن مجید میں موجود ہیں۔ مثال کے طور پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اِنَّاۤ اَنۡزَلۡنٰہُ فِیۡ لَیۡلَۃِ الۡقَدۡرِ۔ " ہم نے اس کو شب قدر میں نازل کیا ہے "۔ یہاں قرآن کا سرے سے کہیں ذکر نہیں آیا ہے۔ مگر سیاق کلام خود بتارہا ہے کہ ضمیر کا مرجع قرآن ہے۔ (تفہیم القرآن – مودودی)

✎ اور یہ بھی ہو سکتا کہ پہلے سارے ضمائر تو جبرئیلؑ کے لیے ہیں، پر یہاں پر ضمیر اللہ کی طرف ہے کہ جو اللہ نے اپنے بندے کی طرف وحی کی سو کی۔ قرآن میں اس طرح بہت ہوتا ہے کہ قصہ میں بیچ میں سے skip scenes ہوجاتے ہیں۔ (یعنی صرف کام کی بات بولی جاتی، اور پوری تفصیل سے A to Z نہیں بتائی جاتی، بہت کچھ سیاق سباق دیکھ کر خود سے اخذ کرنا ہوتا۔) جس کی ایک مثال سورہ یٰس میں مومن آل یس کے بارے میں ہے، کہ وہ شہر کے دور سے بھاگتے ہوئے آئے اور اپنی قوم سے مخاطب ہوکر بولے یہ رسول سچے ہیں انکا کہنا مانو ... پھر اچانک آیت آتی (آیت 26-27) "جنت میں داخل ہوجا، بولا، کاش میری قوم جانتی ہوتی، میرے رب نے مجھے معاف کردیا اور "مکرمین" میں سے شامل کردیا۔"

یعنی یہ بیچ میں کیا ہوا، بتایا نہیں گیا، پر ہم نے assume کرلیا کہ ان کی قوم نے ان کو قتل کردیا۔ اور وہ اللہ کے حضور پہنچے تو ان سے کہا گیا۔ جنت میں داخل ہوجا...

فتدلیٰ کا اگر بالکل وہی معنیٰ کیا جائے جو کہ ڈکشنری میں لکھی ہوئی ہے کہ پانی میں ڈول ڈال کر پانی نکالنا۔ تو یہاں بھی یہی بات ہوگی کہ حضرت جبرئیلؑ نے کسی ذریعے سے نبی اکرمﷺ کو اوپر کی طرف لے آئے۔ (بالکل اس طرح کہ جیسے کنویں میں ڈول ڈال کر پانی اوپر کھینچ لیا جاتا)۔ اور اب جب اوپر آگئے تو آیت 10 میں اب اللہ کے حضور کھڑے ہوگئے اور پھر اللہ نے وحی کی جو کی۔

? وحی کیا کی گئی؟

✎ **کسی کو معلوم نہیں وہ وحی اب کیا تھی؟ اب ایسا کیوں ہوا واللہ اعلم، پر کیا بعید ہے کہ وہ ایک ایسا secret تھا جو اللہ تعالیٰ حضرت جبرئیلؑ کو بھی نہیں بتانا چاہتے تھے، اور ڈائریکٹ اپنے بندے کو ہی اپنے حضور لاکر وہ پیغام دینا چاہتے تھے۔ ایک میسینجر کے ذریعے پیغام بھیجنا، اور خود پیغام دینا، میں یقیناً بہت فرق ہے۔ اور دنیا کے پڑھے لکھے اور بڑے status والے لوگ، یہ بات بخوبی جانتے ہیں۔ (واللہ اعلم)**

🕮 **فَاَوحٰی :جو وحی بھیجنا تھی۔ وہ کیا وحی بھیجنا تھی؟ ایک راز ہے اس کا اظہار نہیں ہوا۔ جو احتمالات مفسرین نے بیان کیے ہیں وہ ثابت نہیں ہیں۔ (کوثر)**

معراج کی ایک دلیل: حضرت موسیٰؑ کا طور پر جانا

? کچھ لوگوں کو معراج پر اعتراض ہے کہ نہیں ہوئی، یا جسمانی نہیں ہوئی، صرف خواب تھا؟

✎ **اس بات کی ایک منطقی دلیل یہ بھی بنتی ہے کہ، حدیث "جو کچھ پچھلی امتوں میں ہوا، اس امت میں ہوکر رہے گا۔" (بخاری، 7320) کے تحت پھر پچھلی امتوں میں: حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ سے کلام کرتے تھے (کہ ان کا لقب ہی کلیم اللہ ہے)، تو اس امت کا تو ایک ہی نبیﷺ ہے تو انہوں نے اللہ سے کلام کب کیا؟ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام 40 راتوں کے لیے کوہ طور پر**

گئے تھے، اللہ سے راز و نیاز کی باتیں کرنے اور تورات لینے، تو یہ ایک حساب سے حضرت موسیؑ کی معراج ہوسکتی ہے ... تو یہ سب کچھ اس امت میں، اس نبیﷺ کے ساتھ کب اور کہا ہوا؟

- اس امت میں یہ سب کچھ واقع معراج میں ہے۔

رسول اکرم ﷺ کو اللہ نے بلایا، جیسے حضرت موسیٰؑ کو بلایا تھا اوپر پہاڑ کی طرف۔ اور رسول اکرمﷺ کو وہاں بلایا جہاں کوئی نہیں جاسکتا تھا۔ حضرت موسیؑ کو اللہ نے احکامات (ٹین کمانڈمینٹس) اور توریت دیا، اور نبی اکرم ﷺ کو بھی کچھ احکامات (پنجگانہ نماز) اور اور قرآن میں سے کچھ آیات (سورہ بقرہ کی آخری آیات) دیں، اور راز و نیاز کی باتیں کیں " فَاَوحٰی الٰی عَبدِہٖ مَا اَوحٰیؕ "

- بلکہ یہ بات خود ایک یہودی نے ایک بار امام علیؑ سے کی تھی:

ایک شامی یہودی نے جناب امیرالمومنین علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: جناب موسیٰؑ اللہ کے حضور طور پر مناجات فرماتے تھے۔

حضرت امام علیؑ نے فرمایا: جی ہاں! جو منزلت جناب موسیٰؑ کو حاصل تھی وہ رسول اللہ ﷺ کو بھی حاصل تھی لیکن آپؑ کا مقام ان سے بڑھ کر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سدرۃ المنتہیٰ پر آپ پر وحی فرمائی۔ آسمانوں میں ان کا مقام محمود ہے اور منتھاء عرش پر ان کا ذکر جاری وساری ہے۔ (نورالثقلین)

حدیث معراج

📖 حدیث کے شروع میں بیان کیا گیاہے کہ پیغمبر(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)نے شب معراج پروردگارسبحان سے اس طرح سوال کیا:

یارب ای الاعمال افضل ؟

پروردگارا! کونسا عمل افضل ہے؟

خداوند تعالیٰ نے فر مایا:

لیس شی ء عندی افضل من التوکل علی ،والرضابما قسمت،یامحمد!وجبت محبتی للمتحابین فی ، ووجبت محبتی للمتعا طغین فی، ووجبت محبتی للمتواصلین فی، ووجبت محبتی للمتوکلین علی، ولیس لمحبتّی علم ولا غایة ولانهایة

کوئی چیز میرے نزدیک مجھ پرتوکل کرنے، اور جوکچھ میں نے تقسیم کرکے دیاہے، اس پرراضی ہونے سے، برتر نہیں ہے، اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! جولوگ میری خاطر ایک دوسرے کو دوست رکھتے ہیں، میری محبت ان کے شامل حال ہوگی، اور جولوگ میری خاطر ایک دوسرے پرمہربان ہیں اور میری خاطر دوستی کے تعلقات رکھتے ہیں، میں انہیں دوست رکھتا ہوں، علاوہ ازیں میری محبت اور ان لوگوں کے لیے جو مجھ پرتوکل کرنے میں فرض اور لازم ہے، اور میری محبت کے لیے کوئی حد اورکنارہ اورانتہا نہیں ہے۔

اس طرح سے محبت سے باتیں شروع ہوتی ہیں، ایسی محبت جس کی کوئی انتہانہیں ہے، جوکشادہ اور وسیع ہے، اور اصولی طورپر عالم ہستی اسی محورِ محبت پرگردش کررہا ہے۔

ایک اوردوسرے حصہ میں یہ آیا ہے ۔

اے احمد! بچوں کی طرح نہ ہونا، جوسبز وزرد اور زرق و برق کو دوست رکھتے ہیں، اور جب انہیں کوئی عمدہ اور شیریں غذا دیتے ہیں تو وہ مغرور ہوجاتے ہیں اور ہر چیزکو بھول جاتے ہیں(۵) .

پیغمبر (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)نے اس موقع پرعرض کیا:

پروردگارا! مجھے کسی ایسے عمل کی ہدایت فرما جوتیری بارگاہ میں قرب کا باعث ہو .

فرمایا: رات کودن اور دن کو رات قرار دے!

عرض کیا: کس طرح؟!

فرمایا: اس طرح کہ تیرا سونا نماز ہو، اورہرگز اپنے شکم پورے طور پر سیرنہ کرنا.

ایک اورحصہ میں آ یاہے:

اے احمد! میری محبت فقیروں اور محروموں کی محبت ہے، ان کے قریب ہو، اور ان کی مجلس کے قریب بیٹھ، تاکہ میں تیرے نزدیک ہوں، اور دنیا پرست ثروت مندوں کو اپنے سے دور رکھ اوران کی مجالس سے بچتا رہ.

ایک اورحصہ فرماتاہے:

اے احمد! دنیا کے زرق وبرق اور دنیا پرستوں کو مبغوض شمار کر، اور آخرت اوراہل آخرت کو محبوب رکھ، عرض کرتے ہیں!

پروردگارا! اہل دنیا اور اہل آخرت کون ہیں؟

فرمایا: اہل دنیا تووہ لوگ ہیں، جو زیادہ کھاتے ہیں زیادہ ہنستے ہیں، زیادہ سوتے ہیں اور غصہ کرتے ہیں، اورتھوڑا خوش ہوتے ہیں، نہ تو برائیوں کے مقابلہ میں کسی سے عذر چاہتے ہیں، اورنہ ہی کسی عذر چاہنے والے سے اس کا عذر قبول کرتے ہیں، اطاعت خدا میں سست ہیں اور گناہ کرنے میں دلیر ہیں، لمبی چوڑی آرزوئیں

رکھتے ہیں، حالانکہ ان کی اجل قریب آپہنچی ہے مگر وہ ہرگز اپنے اعمال کاحساب نہیں کرتے، اُن سے لوگوں کو بہت کم نفع ہوتا ہے، باتیں زیادہ کرتے ہیں، احساس مسئو لیت نہیں رکھتے، کھانے پینے سے ہی غرض رکھتے ہیں۔

اہل دنیا نہ تو نعمت میں خدا کا شکرادا کرتے ہیں اورنہ ہی مصائب میں صبر کرتے ہیں۔ زیادہ خدمات بھی ان کی نظر میں تھوڑی ہیں (اورخودان کی اپنی خدمات تھوڑی بھی زیادہ ہیں) اپنی اس کام کے انجام پانے پر، جو انہوں نے انجام نہیں دیا ہے، تعریف کرتے ہیں، اورایسی چیز کا مطالبہ کرتے ہیں جوان کاحق نہیں ہے۔

ہمیشہ اپنی آرزوؤں اورتمناؤں کی بات کرتے ہیں، اور لوگوں کے عیوب تو یاد دلاتے رہتے ہیں لیکن ان کی نیکیوں کو چھپاتے ہیں

عرض کیا: پروردگارا! کیا دنیا پرست اس کے علاوہ بھی کوئی عیب رکھتے ہیں؟

فرمایا! اے احمد! ان کا عیب یہ ہے کہ جہل اور حماقت ان میں بہت زیادہ ہے، جس استاد سے انہوں نے علم سیکھا ہے وہ اس کی تواضح نہیں کرتے، اور اپنے آپ کو عاقل سمجھتے ہیں، حالانکہ وہ صاحبان علم کے نزدیک نادان اور احمق ہیں ۔

اس کے بعد اہل آخرت اور بہشتیوں کے اوصاف کویوں بیان کرتا ہے۔

وہ ایسے لوگ ہیں جو باحیا ہیں، ان کی جہالت کم ہے، ان کے منافع زیادہ ہیں۔ لوگ ان سے راحت وآرام میں ہوتے ہیں اور وہ خود اپنے ہاتھوں تکلیف میں ہوتے ہیں، اوران کی باتیں سنجیدہ ہوتی ہیں۔

وہ ہمیشہ اپنے اعمال کاحساب کرتے رہتے ہیں، اوراسی وجہ سے وہ خود کوزحمت میں ڈالے رہتے ہیں، ان کی آنکھیں سوئی ہوتی ہیں لیکن ان کے دل بیدار ہوتے ہیں، ان کی آنکھ گریاں ہوتی ہے اوران کا دل ہمیشہ یادِ خدا میں مصروف رہتا ہے جس وقت لوگ غافلوں کے زمرہ میں لکھے جارہے ہوں وہ اس وقت ذکر کرنے والوں میں لکھے جاتے ہیں ۔

نعمتوں کے آغاز میں حمد خدا بجالاتے ہیں اور ختم ہونے پراس کا شکر ادا کرتے ہیں، ان کی دعائیں بارگاہ خدا میں قبول ہوتی ہیں، اور ان کی حاجتیں پوری کی جاتی ہیں، اور فرشتے ان کے وجود سے مسرور اورخوش ہیں ... (غافل) لوگ ان کے نزدیک مردہ ہیں، اور خدا ان کے نزدیک حیّی وقیوم وکریم ہے (ان کی ہمت اتنی بلند ہے کہ وہ اس کے سوا کسی اور پر نظر نہیں رکھتے)...لوگ تو اپنی عمر میں صرف ایک ہی دفعہ مرتے ہیں، لیکن وہ جہاد بالنفس، اور ہوا و ہوس کی مخالفت کی وجہ سے ہر روز سترمرتبہ مرتے ہیں، اور نئی زندگی پاتے ہیں،!...

جس وقت عبادت کے لیے میرے سامنے کھڑے ہوتے ہیں توایک فولادی بند اوربنیاد مرصوص کے مانند ہوتے ہیں، اور ان کے دل میں مخلوقات کی طرف کوئی توجہ نہیں ہوتی، مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم ہے کہ میں انہیں ایک پاکیزہ زندگی بخشوں گا، اور عمر کے اختتام پر میں خود ان کی روح کو قبض کروں گا اور ان کی روح کی پرواز کیلئے آسمان کے دروازوں کو کھول دوں گا، تمام حجابوں کو ان کے سامنے سے ہٹادوں گا، اورحکم دوں گا کہ بہشت خود کو ان کے لیے آراستہ کرے!...

اے احمد!عبادت کے دس حصہ ہیں جن میں سے نوحصہ طلب حلال میں ہیں، جب تیراکھانا اورپینا حلال ہوگا تو تو میری حفظ وحمایت میں ہوگا....

ایک اورحصہ میں آ یا ہے:

اے احمد! کیا تو جانتا ہے کہ کونسی زندگی زیادہ گوارا اور زیادہ دوام رکھتی ہے؟

عرض کیا :خدا وند!نہیں!

فرمایا: گوارا زندگی وہ ہوتی ہے جس کاصاحب ایک لمحہ کے لیے بھی میری یاد سے غافل نہ رہے، میری نعمت کو فراموش نہ کرے، میرے حق سے بے خبر نہ رہے، اور رات دن میری رضا کوطلب کرے. لیکن باقی رہنے والی زندگی وہ ہے جس میں اپنی نجات کے لیے عمل کرے، دنیا اس کی نظر میں حقیر ہو، اورآخرت بڑی اور بزرگ ہو، میری رضا کو اپنی رضا پر مقدم شمار کرے،اور ہمیشہ میری خوشنودی کوطلب کرے، میرے حق کوبڑا سمجھے. اور اپنی نسبت میری آگاہی کی طرف توجہ رکھے.

ہرگناہ اور معصیت پر مجھے یاد کرلیا کرے، اور اپنے دل کواس چیز سے جو مجھے پسند نہیں ہے پاک رکھے شیطان اور شیطانی وسوسوں کو مبغوض رکھے، اور ابلیس کو اپنے دل پر مسلط نہ کرے اور اُسے راہ نہ دے .

جب وہ ایسا کرے گا تو میں ایک خاص قسم کی محبت کو اس کے دل میں ڈال دوں گا، اس طرح سے کہ اس کاسارا دل میرے اختیار میں ہوگا، اس کی فرصت اور مشغولیت اس کا ہم وغم اور اس کی بات ان نعمتوں کے بارے میں ہوگی جو میں اہل محبت کو بخشتا ہوں .

میں اس کی آنکھ اور دل کے کان کھول دیتا ہوں تاکہ وہ اپنے دل کے کان سے غیب کے حقائق کو سننے اور اپنے دل سے میرے جلال و عظمت کودیکھے!

اورآخر میں یہ نورانی حدیث ان بیدار کرنے والے جملوں پرختم ہوجاتی ہے:

اے احمد! اگرکوئی بندہ تمام اہل آسمان اور تمام اہل زمین کے برابر نماز اداکرے، اور تمام اہل آسمان و زمین کے برابر روزہ رکھے، فرشتوں کی طرح کھانا نہ کھائے اور (کوئی فاخرہ) لباس بدن پرنہ پہنے (اورانتہائی زہد اورپارسائی کی زندگی بسرکرے) لیکن اس کے دل میں ذرہ برابر بھی دنیا پرستی یا ریاست طلبی یازینت دنیا کا عشق ہو، تو وہ میرے جاودانی گھر میں میرے جوار میں نہیں ہوگا، اور اپنی محبت کواس کے دل سے نکال دوں گا! میرا سلام و رحمت تجھ پر ہو، (والْحَمْدُ لِلَّہِ رَبِّ الْعالَمین)(۶) .

یہ عرشی باتیں جوانسانی روح کوآسمانوں کی طرف بلند کرتی ہیں، اور معراج الہٰی کی طرف سیرکراتی ہیں، اور آستانہ عشق وشہود کی طرف کھینچتی ہیں حدیث قدسی کا صرف ایک حصہ ہے .

مزید براں ہمیں اطمینان ہے کہ پیغمبر (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اپنے ارشادات میں جو کچھ بیان فرمایا ہے ان کے علاوہ بھی، اس شب عشق وشوق اورجذبہ و وصال کی شب میں، ایسی باتیں، اسرار ورموز اور اشارے آپ کے اور آپ کے محبوب کے درمیان ہوئے ہیں جن کو نہ تو کان سننے کی طاقت رکھنے میں اور نہ ہی عام افکار میں ان کے درک کی طاقت ہے، اوراسی بن اپر وہ ہمیشہ پیغمبر(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے دل وجان کے اندر ہی مکتوم

اور پوشیدہ رہے ،اورآپ کے خواص کے علاوہ کوئی بھی اُن سے آگاہ نہیں ہوا ۔ (نمونہ)

📖 قابل توجہ بات یہ ہے کہ اس حدیث میں ہرجگہ پیغمبر (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا نام "" احمد"" کے عنوان سے ذکر ہوا ہے، سوائے آغاز حدیث کے کہ وہاں ""محمد"" ہے ہاں! ""محمد"" آپ کا زمینی نام تھا، اور"" احمد"" آسمانی نام ، ایسا کیوں نہ ہوتا، ""احمد"" چونکہ"" افعل تفضیل"" کاصیغہ ہے، لہٰذا یہ زیادہ حمد و تعریف کوبیان کرتا ہے، اور پیغمبر (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو اس تاریخی رات میں، اور قرب خدا کے اس مرحلے میں ""محمد"" سے گزرکر ""احمد"" تک پہنچ جانا چاہیئے خصوصاً جبکہ احمد کا احد سے فاصلہ بہت کم ہے۔ (نمونہ)

✎ اس آیت "فاوحیٰ الی عبدہ ما اوحیٰ" سے ایسا لگتا جیسے، یہ سفر کا آدھا حصہ تھا، اس کے بعد جو آیات آئینگی، جس میں سدرۃ المنتہٰی اور جنت الماویٰ کا ذکر ہے واپسی کا سفر ہے۔ یعنی جاتے وقت بغیر کسی جگہ توقف کیے، سیدھا اللہ کے حضور پہنچے، کہ جس نے بلایا ہے، پہلا کام یہی کہ اس سے ملاقات کرنی ہے، (اور اخلاق کا معیار بھی یہی ہے کہ جب "بڑا" بلاتا ہے تو بندہ کھانا کھانا بھی بھول جاتا ہے اور سیدھا خدمت میں حاضر ہوکر حکم کی فورا تعمیل کرتا ہے)۔ پھر ملاقات کے بعد یعنی "فاوحیٰ الی عبدہ ما اوحیٰ" بات ہوگئی، ڈسکشن ہوگئی، جو پیغام دینا تھا دے دیا، جو بتانا تھا بتا دیا، اصل آفیشل کام مکمل ہوا۔ اب واپسی میں توقف کر کر کے، آرام سے، آیتِ کبریٰ دکھاتے ہوئے آئے۔

اب اس "فاوحیٰ الی عبدہ ما اوحیٰ" میں کتنا ٹائیم لگا، وہ بھی فلکیاتی اعتبار سے جس وقت کو ہم زمینی وقت سے نہیں تشبیھ دے سکتے، واللہ اعلم۔ اس لیے جب نبی اکرمﷺ جب واپس آئے تو جبرئیل کو ایک بار پھر اصل شکل میں دیکھا۔

زمین پر اصل شکل میں اس لیے دیکھا کہ جبرئیل ؑ کو آسمانوں کی پرواز کرنے کے لیے اپنی اصل شکل میں آنا تھا۔ اور نبی اکرمﷺ کو دکھائی دیے کیوں کہ وہ اُن کو ہی لینے آئے تھے۔

اور آسمان پر اصل شکل میں اس لیے دکھے کیوں کہ، وہ ویسے بھی وہیں کے ہی ہیں، وہ اپنے اصل مسکن میں تھے، اپنے گھر میں تو شکل بدلنے کی ضرورت نہ تھی۔ لیکن جب نبی اکرمﷺ ملاقات کے بعد باہر آگئے تو ان کو اصل شکل میں دیکھ لیا، پھر جب جبرئیلؑ نے بھی نبی اکرمﷺ کو دیکھا ہوگا تو پھر روپ بدل کر چھوٹے ہوکر آگئے ہوں گے۔ اور اب واپسی میں انکو سدرۃ المنتہیٰ، جنت الماوٰی، آیات الکبریٰ، جنت و جھنم وغیرہ کا دیدار کراتے ہوئے، چیزوں کی وضاحت کرتے ہوئے آئے۔

احادیث بر معراج

✎ (یہاں پر کچھ "قابلِ غور" احادیث کو مختصراً نقل کردیاجاتا ہے)

🕮 پھر میرا گزر ایک فرشتے کے پاس سے ہوا۔ پوری کائنات اس کے گھٹنوں کے درمیاں تھی اور اس کے ہاتھ میں نور کی ایک تختی تھی جس کو وہ دیکھنے میں مصروف تھا اور وہ غمگین شکل بنائے بیٹھا تھا۔ وہ دائیں بائیں کسی طرف توجہ نہیں کرتا تھا۔ میں نے جبرئیل سے کہا یہ کون ہے؟

جبرئیل نے کہا کہ یہ ملک الموت ہے، جو قبضِ ارواح میں مصروف ہے۔ میں نے جبرئیل سے کہا کہ مجھے اس کے قریب لے جاؤ، تاکہ میں اس سے کلام کروں۔ جبریل مجھے اس کے نزدیک لے گئے۔ میں نے اس پر سلام کیا۔ جبریل نے اس سے کہا کہ یہ نبی رحمت ہیں جنہیں خدا نے بندوں کی طرف مبعوث کیا ہے۔

ملک الموت نے مجھے خوش آمدید کہا اور مجھ پر سلام کیا اور کہا کہ محمد! تمہیں بشارت ہو، میں تمام خوبیاں اپ کی اُمت میں دیکھ رہا ہوں۔

میں نے اللہ تعالٰی کی حمد بجا لائی اور کہا کہ کہ مجھ پر میرے رب کا فضل و کرم ہے۔ جبریل نے کہا کہ تمام ملائکہ میں سے اس کا کام سے سے زیادہ سخت ہے۔ میں نے اس سے کہا یہ یہ بتاؤ مرگئے اور جتنے مریں گے کیا تم ان سب کی ارواح کو قبض کروگے؟ ملک الموت نے کہا۔ جی ہاں۔ خدا نے مجھے دنیا پر تمکین عطا کی ہے اور پوری دنیا میرے لیے ایسے ہی ہے جیسا کہ کسی کے ہاتھ میں درہم ہو، وہ اسے جیسے چاہے حرکت میں لے آئے۔ میں روزانہ ہر گھر پر پانچ مرتبہ نظر کرتا ہوں اور جب کوئی خاندان اپنے کسی مرنے والے پر روتا ہے تو میں ان سے کہتا ہوں، تم اس پر گریہ نہ کرو۔ مجھے یہاں بار بار آنا ہے اور میں تم میں سے کسی کو بھی باقی نہیں رہنے دوں گا۔

رسولِ خدا نے فرمایا: موت سے بڑھ کر کوئی مصیبت نہیں ہے۔

جبریل نے کہا: آپ نے سچ کہا، لیکن موت کے بعد کے مصائب موت سے بھی زیادہ مشکل ہیں۔ (نورالثقلین، ج5، ص139، اردو)

پھر میں آگے چلا۔

🕮 میں نے کچھ افراد کے گروہ دیکھے، جن کے سامنے دسترخوان بچھے ہوئے تھے اور دسترخوان پر پاکیزہ گوشت بھی تھا اور حرام گوشت تھی رکھا ہوا تھا۔ وہ لوگ حلال گوشت کے بجائے حرام کھانے میں مصروف تھے۔ میں نے جبریل سے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں؟
جبریل نے کہا: یہ آپ کی امت کے وہ لوگ ہیں جنہیں حلال میسر ہے مگر وہ اس کے باوجود حرام کھاتے ہیں۔ (نورالثقلین)

🕮 ... پھر میں آگے بڑھا تو دیکھا کہ کچھ لوگوں کو سروں کو چٹانوں سے کچلا جا رہا ہے۔ میں نے جبریل سے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ جبریل نے بتایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو نمازِ عشاء ادا کرنے سے پہلے سوجاتے تھے۔

پھر میں آگے بڑھا تو مجھے ایسے لوگ دکھائی دئیے کہ فرشتے ان کے منہ میں دوزخ کی آگ ڈال رہے تھے اور وہ ان کے پاخانہ کے مقام سے نکل رہی تھی۔ میں نے جبریل سے ان کے متعلق پوچھا تو جبریل نے کہا: یہ وہ لوگ ہیں جو ظلم کر کے یتیموں کا مال کھایا کرتے تھے۔ یہ لوگ اپنے شکموں میں آگ بھرا کرتے تھے۔

پھر میں آگے بڑھا تو مجھے کچھ ایسے لوگ دکھائی دیئے جن کے پیٹ بہت بڑھے ہوئے تھے اور وہ اٹھنے کے قابل نہیں تھے۔ میں نے جبریل سے ان کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا: یہ وہ لوگ ہیں جو سود کھایا کرتے تھے۔ ایسے لوگ قیامت کے دن پاگلوں کی طرح سے اٹھائے جائیں گے اور یہ آل فرعون کی راہ کے راہی ہیں۔ انہیں

صبح و شام دوزخ کے سامنے پیش کیا جاتا ہے اور وہ یہ کہتے ہیں کہ خدایا! قیامت کب قائم ہوگی؟

پھر میں آگے بڑھا تو مجھے کچھ عورتیں دکھائی دیں جنہیں ان کے پستانوں سے لٹکایا گیا تھا۔ میں نے جبریل سے پوچھا کہ یہ کون عورتیں ہیں؟
جبریل نے کہا: یہ وہ بدکار عورتیں ہیں، جو زنا سے بچے پیدا کر کے انہیں اپنے شوہر کی جائیداد کا وارث بناتی ہیں۔

... وہاں میں نے ایک درخت دیکھا، اگر کوئی پرندہ سات سو سال تک بھی پرواز کرے تو بھی وہ اس سے تجاوز نہیں کر سکتا۔ جنت کے تمام مکانات پر اس کی شاخ سایہ فگن تھی۔
میں نے جبریل سے اس درخت کے متعلق پوچھا تو اس نے کہا: یہ شجرہ طوبیٰ ہے۔ اللہ تعالٰی نے اس کے لیے قرآن میں فرمایا ہے:
- اَلَّذِینَ اٰمَنُوا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ طُوبٰی لَھُم وَحُسنُ مَاٰبٍ (رعد، 13:29)
(ان کے لیے خوش خبری (طوبیٰ) اور اچھا لوٹنے کا مقام ہے۔)

... پھر میں سدرۃ المنتہٰی پہنچا۔ اس کا ایک ایک پتا اتنا چوڑا تھا کہ اس کے سائے تلے پوری امت بیٹھ سکتی تھی اور یہ وہی مقام ہے جس کے متعلق اللہ تعالٰی نے فرمایا: "فکان قاب قوسین او ادنٰی" (نجم/9)
اس وقت مجھے یہ ندا دی گئی:
- اٰمَنَ الرَّسُولُ بِمَا اُنزِلَ اِلَیهِ مِن رَّبِّهٖ وَ المُؤمِنُونَ، کُلٌّ... (بقرہ/285)

... پھر میں نے آذان سنی۔ وہ اذان اس فرشتے نے دی جو اس سے پہلے آسمان پر کبھی نہیں دیکھا گیا تھا۔

اس نے کہا: اللہ اکبر، اللہ اکبر۔ اللہ تعالی نے فرمایا: میرے بندے نے سچ کہا میں واقعی "اکبر" ہوں۔

پھر موذن نے کہا: اشھد ان لاالہ الااللہ، اشھد ان لاالہ الااللہ۔ ... پھر موذن نے کہا: اشھد ان محمداً رسول اللہ۔ اشھد ان محمداً رسول اللہ...

پھر موذن نے کہا: حی علی الالصلاۃ، حی علی الصلاۃ۔ اللہ تعالٰی نے فرمایا: میرے بندے نے سچھ کہا ہے۔ اس نے میرے فریضہ کی دعوت دی ہے۔ جو کوئی میرا یہ فرض رغبت سے اور مجھ سے ثواب حاصل کرنے کی غرض سے ادا کرے گا تو یہ فریضہ اس کے سابقہ گناہوں کا کفارہ ہوگا۔

پھر موذن نے کہا: حی علی الفلاح، حی علی الفلاح۔ اللہ تعالٰی نے فرمایا: واقعی اس میں صلاح و فلاح و نجات ہے۔

پھر میں نے ملائکہ کی امامت کی جیسا کہ بیت المقدس میں انبیاء کی امامت کی تھی۔ (نورالثقلین، ج5)

- اسی روایت میں آگے وضو کا طریقہ اور نماز پڑھنے کا طریقہ بھی درج ہے۔ (نورالثقلین، سورہ اسراء، ج5، ص 152)

11۔ مَا كَذَبَ الۡفُؤَادُ مَا رَاٰى ١١

نہیں جھٹلایا دل نے جو اس نے دیکھا۔

(اظھر)

یعنی وہاں کی باتیں بیان کرنا ناممکن کے برابر ہیں۔ پر اُن کے آنکھوں نے جو دیکھا، دل نے اس کی تصدیق کی۔ کوئی نظروں کا دھوکا نہیں تھا، اور نہ ہی ایسا ہوا کہ دیکھا کچھ ہو اور سمجھا کچھ ہو، ایسا نہیں ہے۔ انہوں نے جو دیکھا بس وہی دیکھا اور وہی سمجھا۔ حق کو اپنی اصل شکل میں دیکھا۔

اور سب سے اہم وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جب کسی شخص کو اپنی نبوت کے لیے چن لیتا ہے تو اس کے دل کو شکوک و شبہات اور وسواس سے پاک کر کے یقین و اذعان سے بھر دیتا ہے۔ اس حالت میں اس کی آنکھیں جو کچھ دیکھتی ہیں اور اس کے کان جو کچھ سنتے ہیں، اس کی صحت کے متعلق کوئی ادنیٰ سا تردد بھی اس کے ذہن میں پیدا نہیں ہوتا۔ (مودودی)

ہم جانتے ہیں کائنات کو ہم سمجھنے سے قاصر ہیں۔ دنیا میں ہی یا ہمارے نظام شمسی میں بہت ساری جگہیں ایسی پائی جاتی ہیں جہاں قدرتی قوانین سے ہٹ کر چیزیں ہوتی ہیں۔ یا ایسی چیزیں پائی جاتی ہیں کہ پہلی فرصت میں ان کا بیان عقل سے ماورا ہوتا ہے۔ جیسے کبھی آسمان سے مچھلی کی بارش ہوتی۔ (rain of animals) تو کبھی ریگستانوں میں بڑے بڑے پتھر خودبخود سرکنے لگ جاتے ہیں۔ (mystery of death valley

(gliding stones ، یا پانی کا اونچائی کی طرف بہتا ہے۔ water flowing upwards)

نظام شمسی کی بات کریں تو Saturn کے چاند Titan پر میتھین گیس کی بارش ہوتی۔
کائنات میں، اب تک Diamond Planet بھی دریافت ہوچکے تو شراب کی گیلیکسی بھی مل چکی تو Galaxy of Alcohol بھی۔
جب یہ سب کچھ ہمارے نظروں کے سامنے ہو رہی جن کو پہلی فرصت میں دیکھنا اور یقین کرنا مشکل ہے، تو وہ تو پھر بھی آخری حد تھی۔

اور اسی وجہ سے اللہ نے ان کی صداقت کی تصدیق کی، انہوں جو دیکھا سب بالکل درست دیکھا... پر انہوں جو دیکھا کیا تم ان سے اس بارے میں جھگڑے ہو (اگلی آیت)

12۔ اَفَتُمٰرُوۡنَہٗ عَلٰی مَا یَرٰی ۱۲

تو کیا تم اس پر جھگڑتے ہو جو وہ دیکھتے ہیں؟
(اظهر)

✎ یہ آیت ان لوگوں سے سوال ہے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معراج کے انکاری ہیں، یا جسمانی معراج کے قائل نہیں، یا معراج کے واقعات سے انکاری ہیں جو انہوں نے دیکھا اور بیان کیا۔

✎ اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا، انہوں نے جو دیکھا، اور تم سے بیان کیا تو تم اس کو جھٹلاتے ہو؟ نہیں۔ جھٹلانے کے بات ہی نہیں کر رہے، وہ تم میں سے یقیناً بہت کرنے والے ہیں، وہ اللہ کو بھی معلوم ہے، (کیوں کہ جو یقین رکھتا ہے وہ یقین رکھتا ہے جو نہیں رکھتا اس کے لیے واقعی میں ناقابل یقین ہے) بلکہ کہا جھگڑتے ہو! کسی کو ان کی باتوں پر یقین نہیں آتا تو وہ جانے، پر جو مسلمان ہوتا ہے، وہ سرِ تسلیم خم کرتا ہے، اور کہتا صدق اللہ، اللہ نے سچ کہا۔ ہمیں سمجھ میں آئے نہ آئے، اللہ نے سچ کہا، اللہ کے رسول نے سچ کہا، اللہ کے رسول نے سچ دیکھا، اللہ کے رسول نے سچ بیان کیا۔ ہم سر تسلیم خم کرتے ہیں۔

13۔ وَلَقَدۡ رَاٰهُ نَزۡلَةً اُخۡرٰىۙ ١٣

اور یقیناً انہوں نے ایک مرتبہ پھر اترتے دیکھا۔

(اظھر)

🕮 خواب کی کیفیت یہ ہے کہ جو کچھ اس میں ایک بار دیکھا جاتا ہے‘ اُسے انہی تفاصیل‘ جزئیات‘ ربط اور تسلسل کے ساتھ‘ انسان کبھی دوبارہ نہیں دیکھ سکتا۔ لیکن نبی کی آنکھ نے جن حقائق کو ایک بار دیکھا ہے‘ وہ اُسی طرح ان کا مشاہدہ باردِگر بھی کرتی ہے .(اس لئے‘ اُس کا حقائق کو دیکھنا‘ خواب دیکھنا نہیں۔ وحی‘ خواب نہیں ہوتی۔ یہ حقیقت کا یقینی مشاہدہ ہوتا ہے)۔ (مفہوم القرآن)

14۔ عِنۡدَ سِدۡرَةِ الۡمُنۡتَهٰى ١٤

سدرۃ المنتھیٰ کے پاس

(اظھر)

📖 عِندَ سِدرَةِ المُنتَہٰی :اس مرتبہ سِدرَةِ المُنتَہٰی کے پاس یہ رویت وجود میں آئی یعنی: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معراج پر تھے تو آپؐ اس جگہ پہنچے جہاں سات آسمانوں کا سلسلہ ختم ہو جاتا ہے۔ اس جگہ کو سِدرَةِ المُنتَہٰی کہتے ہیں۔ اس جگہ بنا بر روایات جبرئیل امین نے رک جانا تھا۔ وہاں ایک مرتبہ پھر اپنی حقیقی شکل و صورت میں نمودار ہوئے۔ وہ جگہ جو اہل جنت کے بیٹھنے کی جگہ المَاوٰی ہے۔ وہ سِدرَةِ المُنتَہٰی کے پاس ہے۔ یعنی جَنَّةُ المَاوٰی سات آسمانوں کے ختم ہونے کے بعد موجود ہے۔ (کوثر)

15۔ عِنۡدَهَا جَنَّةُ الۡمَاۡوٰىؕ ۱۵

جنت الماوٰی ہے جس کے پاس۔

(اظھر)

سجدہ، 32:19، اَمَّا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمۡ جَنّٰتُ الۡمَاۡوٰى نُزُلًاۢ بِمَا كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ ۱۹

16۔ اِذۡ يَغۡشَى السِّدۡرَةَ مَا يَغۡشٰىۙ ۱٦

جب سدرۃ پر چھا رہا تھا جو چھا رہا تھا۔

(اظھر)

📖 غشِیَ کے معنی کسی چیز کو (پوری طرح سے) ڈھانپ لینا یا اس پر (بالکیہ) چھا جانا ہیں۔ غِشَاوَةٌ اس پردے کوکہتے ہیں جو کسی کو ڈھانپ دے اور اس پر چھا جائے [2: 7] غَاشِيَةٌ اس جھلی کوکہتے ہیں جو دل پر بطور غلاف چڑھی ہوتی ہے۔ ایسے ہی اس چمڑے کو بھی کہتے ہیں جو تلوار کے نیام پر مڑھ دیا جاتا ہے۔ غُشِیَ عَلَيۡهِ ۔ اس وقت کہتے ہیں جب کوئی آدمی بے ہوش ہو جائے کیونکہ اس وقت اس کے ہوش و حواس بالکل مستور ہو جاتے ہیں۔

اور غَشِيَهَا اور تَغَشَّهَا کے معنی عورت سے مجامعت کرنے کے آتے ہیں کیونکہ اس حالت میں مرد اسے ڈھانپ لیتا ہے*(تاج۔ نیز ابن فارس) (مفہوم القرآن – ڈکشنری)

17۔ مَا زَاغَ الۡبَصَرُ وَمَا طَغٰى ۱۷

نگاہ نہ بہکی اور نہ حد سے بڑھی۔

(اظھر)

- یہ آیت ، آیت 11 کو اور intensify کرتی ہے۔ پہلے کہا دل نے نہیں جھٹلایا، اور اب فرمایا: آنکھوں نے جو دیکھا وہ حق دیکھا، نہ کم نہ زیادہ۔ بالکل عدل کے ساتھ۔ (کوئی ان کوآنکھوں کا دھوکا نہیں ہوا)

18۔ لَقَدۡ رَاٰى مِنۡ اٰيٰتِ رَبِّهِ الۡكُبۡرٰى ۱۸

بتحقیق اُس نے اپنے رب کی بڑی بڑی نشانیاں دیکھیں۔

(اظھر)

- اگر "مِن" کا ترجمہ نہ کریں تو یہ مطلب ہوگا انہوں نے رب کی ساری بڑی نشانیاں دیکھ لی۔ پر یہ چھوٹا سا "من" اس بات کو واضح کرتا ہے کہ، بڑی نشانیوں "میں سے" کچھ اللہ تعالٰی نے دکھا دی۔ جیسا کہ سورہ اسراء کی پہلی آیت میں بھی آتا ہے۔

- سُبحٰنَ الَّذِی اَسرٰی بِعَبدِهٖ لَیلًا مِّنَ المَسجِدِ الحَرَامِ اِلَی المَسجِدِ الاَقصَا الَّذِی بٰرَكنَا حَولَه لِنُرِیَه مِن اٰیٰتِنَا ؕ (اسراء، 17:1)
پاک ہے وہ جو لے گیا ایک رات اپنے بندے کو مسجد حرام سے دُور کی اُس مسجد تک جس کے ماحول کو اس نے برکت دی ہے، تاکہ اسے اپنی "کچھ" نشانیوں کا مشاہدہ کرائے۔

📖 حضرت عائشہ رض اور حضرت عبداللہ بن مسعود رض اس بات کے قائل تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے شب معراج میں اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھا۔ حضرت عائشہ رض تو یہاں تک فرمایا کرتی تھیں کہ ”جو شخص یہ دعویٰ کرتا ہے کہ محمد ﷺ نے اپنے رب کو دیکھا تھا وہ اللہ تعالیٰ پر بہت بڑا افترا کرتا ہے“۔ صحیح مسلم کتاب الایمان میں حضرت ابوذر غفاری رض سے عبداللہ بن شفیق رح کی دو روایتیں منقول ہیں۔ ایک روایت میں حضرت ابوذر رض فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا : هَلْ رَاَیْتَ رَبَّکَ ”کیا آپ نے اپنے رب کو دیکھا تھا ؟“ حضور ﷺ نے جواب میں فرمایا : نُوْرٌ اَنّٰی اَرَاہُ ؟ ”ایک نور تھا ' میں اسے کیسے دیکھتا ؟“ دوسری روایت میں حضرت ابوذر رض فرماتے ہیں کہ میرے اس سوال کا جواب آپ ﷺ نے یہ دیا کہ رَاَیْتُ نُوْرًا ”میں نے ایک نور دیکھا تھا“۔ علامہ ابن القیم رح نے ”زاد المعاد“ میں رسول اللہ ﷺ کے پہلے ارشاد کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ ”میرے اور رویت باری تعالیٰ کے درمیان نور حائل تھا“۔ جبکہ دوسرے ارشاد کا مطلب وہ یہ بیان کرتے ہیں کہ ”میں نے اپنے رب کو نہیں بلکہ بس ایک نور دیکھا“۔ البتہ حضرت عبداللہ بن عباس سے منسوب روایات میں رویتِ باری تعالیٰ کا اثبات ملتا ہے۔ آیت زیر مطالعہ اس حوالے سے یہ واضح کرتی ہے کہ آپ ﷺ نے اللہ کی عظیم آیات کا مشاہدہ کیا۔ چناچہ یہ آیت اول الذکر کے لیے بنیاد فراہم کرتی ہے کہ آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی آیات کا مشاہدہ کیا نہ کہ خود اللہ تعالیٰ کو دیکھا۔ سورۃ بنی اسرائیل کی پہلی آیت میں سفر معراج کے پہلے حصے مسجد حرام تا مسجد اقصیٰ کا ذکر ہوا ' وہاں بھی یہ ارشاد ہوا ہے کہ ہم اپنے

بندے کو اس لیے لے گئے تھے { لِنُرِيَہٗ مِنْ اٰيٰتِنَا } "تاکہ اس کو اپنی نشانیاں دکھائیں"۔ لیکن وہاں "زمینی آیات" کے مشاہدے کی بات ہوئی ہے ' جبکہ ان آیات میں سفر معراج کے دوسرے مرحلے کے دوران سدرۃ المنتہیٰ کے مقام کی آیات و تجلیات کے مشاہدے کا ذکر ہے۔ یہ مقام کسی مخلوق کی رسائی کی آخری حد ہے۔ اس سے آگے "حریم ذات" ہے ' جہاں کسی غیر کا کوئی دخل ممکن نہیں۔ اس مقام خاص اور اس آخری حد پر لے جا کر حضور ﷺ کو خاص الخاص آیات الٰہیہ کا مشاہدہ کرایا گیا جنہیں آیت زیر مطالعہ میں "آیات الکبریٰ" کہا گیا ہے۔ (اسرار احمد)

🕮 یہاں ضرور اس کی تصریح کردی جاتی حضرت موسیٰ کے متعلق قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کی درخواست کی تھی اور انہیں جواب دیا گیا تھا لَنْ تَرَانِیْ ، " تم مجھے نہیں دیکھ سکتے " (المائدہ 143)۔ اب یہ ظاہر ہے کہ اگر یہ شرف، جو حضرت موسیٰ کو عطا نہیں کیا گیا تھا، رسول کریم ﷺ کو عطا کردیا جاتا تو اس کی اہمیت خود ایسی تھی کہ اسے صاف الفاظ میں بیان کردیا جاتا۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن مجید میں کہیں یہ نہیں فرمایا گیا ہے۔ (تفہیم القرآن – مودودی)

✎ یعنی اس حدیث کی روشنی میں "جو کچھ پچھلی امتوں میں ہوا" کے تحت، نہ حضرت موسٰیؑ نے اللہ کو دیکھا، بلکہ صاف منع کردیا گیا "لن ترانی"، اور نہ نبی مکرم ﷺ نے اللہ کو دیکھا۔

فلسفه معراج

📖 عَرَجَ ۔ اوپر چڑھنا۔ عَرَجَ فِی الدَّرَجَةِ ۔ سیڑھی پر چڑھنا۔ مَعْرَاجٌ سیڑھی (جمع مَعَارِجُ) ۔ مِعْرَاجٌ بھی سیڑھی کو کہتے ہیں (قرآن کریم میں یہ لفظ نہیں آیا)۔ بلندی اور ارتقاء کے ہیں۔

قرآن کریم میں اشیائے کائنات کے سلسلہء ارتقاء کے ضمن میں آیا ہے۔ يُدَبِّرُ الْاَمْرَمِن السَّمَاءِ اِلَی الْاَرْضِ۔ خدا کسی اسکیم کو اپنے قانون مشیت کی رو سے طے کرتا ہے۔ پھر اس کا آغاز پست ترین نقطہ سے کرتا ہے۔ ثُمَّ يَعْرُجُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ اَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ[32:5]پھر وہ شے اس نقطہء آغاز سے بتدریج بلندیوں کی طرف اٹھتی ہے اور ایک ایک مرحلہ کو ہزار ہزار سال (اور پچاس پچاس ہزار سال [70:4] کی مدت میں طے کرتی ہوئی اپنی تکمیل تک پہنچتی ہے۔
ذِي الْمَعَارِجِ[70:3] کہا ہے۔ "سیڑھیوں والا خدا"۔ یعنی جو اس طرح بتدریج تمام اشیاء کو ان کی ارتقائی منازل طے کراتا ہے۔ وہ خدا یعنی جو اس طرح بتدریج تمام اشیاء کو ان کی ارتقائی منازل طے کراتا ہے۔ وہ خدا صراط مستقیم پر بھی ہے۔ (مفہوم القرآن – ڈکشنری)

✎ لفظی طور پر معراج – عروج سے ہے، مطلب اوپر چڑھنا، بلندی پر جانا۔ یعنی اللہ کے نیک بندے جب نیکی کے اُس مقام پر ہوتے ہیں کہ اُس وقت اللہ کے سب سے قریب ہوتے ہیں مکانی اعتبار سے۔ اگرچہ اللہ مکان نہیں رکھتا، پر اسکے باوجود اللہ جیسے کہ خود کہتا ہے۔ "ثم استویٰ علی العرش" (7:54)۔

عرش پر استوار ہوکر اللہ نے اپنی منزل کو آسمانوں میں عرش کی طرف نشادہی کی ہے۔ اللہ نے اپنا مقام آسمانوں میں رکھا ہے، اس لیے جب بندہِ خدا اللہ کو پکارتا تو آسمانوں کی طرف دیکھتا ہے۔ اس لیے عروج میں یہ چیز مضمر ہے کہ جب بندہ کو اللہ اپنی قربت سے نوازنا چاہتا تو وہ کسی طرح اوپر کی طرف لے جاتا ہے۔

- **اگرچہ یہ چیز آفیشل نہیں، پر یہ ایک خیال ہے کہ، اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندوں میں سے ہر کسی کو "معراج" کرواتا ہے، یہ الگ بات ہے کہ ہر کسی کی معراج کی نوعیت الگ ہوسکتی ہے۔ یعنی ہر کسی کی اپنے مقام و مرتبہ کے حساب سے معراج ہوتی ہے۔**

- **حضرت موسیٰ علیہ السلام کی معراج تب تھی جب وہ کوہ طور پر 40 راتوں کے لیے گئے تھے، اور نبی اکرمﷺ کا معراج وہ مقام تھا جہاں کوئی فرشتہ پر نہیں مار سکتا۔**

حضرت ابراہیم کی معراج

- **حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے بھی آتا ہے:**

وَكَذٰلِكَ نُرِيۡۤ اِبۡرٰهِيۡمَ مَلَكُوۡتَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَلِيَكُوۡنَ مِنَ الۡمُوۡقِنِيۡنَ ۷۵
(انعام، 6:75)

اور ہم اس طرح ابراہیم کو آسمانوں اور زمین کے عجائبات دکھانے لگے تاکہ وہ خوب یقین کرنے والوں میں ہوجائیں۔

امام علیؑ کی معراج

✎ امام علی علیہ السلام کی معراج تب تھی جب فتح مکہ کے موقع پر کعبۃ اللہ کے بُت توڑنے کے لیے نبی اکرمﷺ نے ان کو اپنے کاندھوں پر اوپر کیا۔
اور فرمایا، میں خود کو اتنا اونچا محسوس کر رہا جیسے عرش کو چھو رہا ہوں۔

⇨ 'Then Ali (MGB) said, 'O Abu Bakr! I swear to you by God! Were you the person whom the Prophet (MGB) put on his shoulders to bring down and break the idols of the Ka'ba and could even extend his hands to the heavens if he willed, or was it me?' Abu Bakr said, 'Of course, you.'
https://thaqalayn.net/hadith/10/23/15/1

مومن کی معراج

✎ اور مومن کی معراج، جیسا کہ حدیث ہے، "نماز مومن کی معراج ہے۔"

الصَّلٰوۃُ هِيَ مِعْرَاجُ الْمُؤْمِنِ.
''نماز ہی مومن کی معراج ہے۔''
سیوطی، شرح سنن ابن ماجہ، 1 : 313، رقم : 4239

🕮 (روایات معراج کے سلسلہ میں مزید اطلاع کے لیے بحارالانوار کی جلد ١٨ از ص ٢٨٢ تا ص ٤١٠ رجوع فرمائیں)

ضمنی طورپر ، معراج روایات اہل سنت کی کتابوںمیں بھی تفصیل سے آ ئی ہیں ،اوران کے راویوں میں سے تقریباً ۳۰ افرادنے حدیث معراج کونقل کیاہے (۴) ۔ (نمونہ)

Meraj – An Special Class 🕮

🕮 فرشتے افق اعلیٰ میں نہیں ہیں بلکہ افق مبین میں ہیں اور پیغمبر اکرم ﷺ اس سے بہت اوپر ہیں اور وہ وہاں سے انہیں دیکھ سکتے ہیں۔ ولقد راٰہ بالافق مبین (تکویر: 23)۔ (نور)

🕮 پیغمبرؐ خدا نے معراج میں جو سبق پڑھا، وہ انتہائی خصوصی کلاس تھی:

کلاس کی جگہ: وهو بالأفق الأعلى

استاد: علمه شديد القوى

نصاب: فأوحى إلى عبده ما أوحى (تفسیر نور)

🕮 خدا کی تعلیم کے ساتھ ایک اُمی ساری بشریت کا معلم بن سکتا ہے۔

🕮 سارے انسان، خدا کے شاگرد ہیں۔ علم الانسان مالم یعلم (علق)،

🕮 لیکن پیغبر اکرمﷺ خاص شاگرد ہیں۔ علمه شديد القوى.

🕮 پیغمبر اکرم ﷺ ہر حوالے سے معصوم ہیں:

1. افکار و کردار "ما ضل صاحبکم"

2. زبان و گفتار "ماینطق عن الھویٰ"
3. علم و دانش "علمہ شدید القویٰ"
4. دل و قلب "ما کذب الفؤاد ما رأی"
5. آنکھ و نگاہ "مازاغ البصر وما طغیٰ" (تفسیر نور)

معراج اور ملکی وے گیلکسی

? یہ معراج اس فلکیات میں کہاں واقع ہوئی؟؟

Meraj, Seven Skies and Edge of the Universe

آج کے دور میں جب سائنس نے اتنی ترقی کرچکی اور 14 ارب نوری سال تک انکی نگاہ جاچکی۔

مسافات اتنی لمبی ہوچکی کہ کلومیٹر کے بجائے، نوری سال میں ناپا جانے لگا۔ ایک نوری سال کا مطلب روشنی (جو 300،000 کلومیٹر فی سیکنڈ کی رفتار سے چلتی ہے) سے اگر سفر کرے تو ایک سال تک جتنی مسافات طے ہوگی اسے ایک نوری سال کہتے۔ ایک نوری سال میں 9.46 ٹرلین کلومیٹر طے ہوتے۔

اب سورہ اسراء کی پہلی آیت کے مطابق جو روایات ہیں کہ ایک مہینے کی مسافات ایک رات میں طے ہوئی۔

(مسجد اقصٰی کا ایک ترجمہ "دور کی مسجد" بھی کیا گیا ہے، یعنی یہ مسجد آسمانوں میں تھی، نہ کہ بیت المقدس والی مسجد۔ پر بالفرض مسجد اقصٰی سے بیت المقدس والی مسجد مراد لیں اور تھوڑا عقل استعمال کر کے کچھ کلکیولیشن کرنے کی کوشش کریں، تو دیکھتے ہیں کیا نکل کر آتا ہے۔)

یعنی مکہ سے بیت المقدس کا سفر، جو 919 کلومیڑ ہوائی مسافت ہے، اور 1238 کلومیڑ باءِ روڈ ہے۔
اگر ہوائی مسافت 919 km کو 30 دنوں میں تقیسم کریں تو ایک دن میں 30 km بنتا۔ (یعنی بغیر توقف بندہ 30 کلومیٹر یومیہ کے حساب سے سفر کرے تو یہ ایک ماہ میں بندہ پہنچ جائے گا۔) اس حساب سے مکہ سے بیت المقدس جو 919 کلومیٹر ہے یہ ایک مہینے میں طے ہوتا تھا۔ جو معراج کی رات نبی مکرم ﷺ آسمان پر جانے سے پہلے یہ سفر طے کیا۔

اب دوسری حدیث تفسیر نورالثقلین، ص 155، پرہے:
"حضرت امام حسین علیہ السلام سے منقول ہے کہ اہل شام میں سے ایک یہودی امام امیرالمومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام کی خدمت میں آیا اور عرض کیا: حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے اللہ نے ہواؤں کو مسخر کردیا تھا۔ وہ صبح کو لے کر شام تک انھیں اٹھاکر چلتیں اور ایک ماہ کی مسافت طے کرتیں۔
آپؑ نے فرمایا: تمھاری یہ بات ٹھیک ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے جو اپنے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا فرمایا وہ اس سے کہیں زیادہ افضل و بہتر ہے۔ اللہ تعالیٰ جب انھیں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے گیا تو آپؐ نے ایک ماہ کی مسافت کا سفر چند ساعات میں طے کیا۔ جب آپؐ کو آسمانوں کے ملکوت کی طرف لے جایا گیا تو آپؐ نے پچاس ہزار (50000) سال کا سفر ایک تہائی رات میں طے کیا اور آپؐ ساقِ عرش تک پہنچے۔ آپؐ کو سبزرنگ کی زفرف پر جنت میں لایا گیا۔ آپؐ کی

بصارت کو نور نے ڈھانپ لیا۔ پس آپؐ نے اپنے پروردگار کی عظمت کو اپنے دل کے ذریعے دیکھا۔ انھیں اپنی آنکھوں کے ساتھ نہ دیکھا۔ پس آپؐ کو قاب قوسین بلکہ اس سے بھی قریب کی منزل ملی۔

(50000 سال کا سفر ایک تہائی رات میں طے کیا)

✎ اب یہ 50000 سال کا سفر اگر ہم اسی رفتار (30 km per day) کے حساب سے طے کریں تو، 30 کلومیٹر پر ڈے وہی ایک مہینہ کا مکہ سے بیت المقدس کا سفر ہے یعنی لگ بھگ 900 کلومیٹر، اور ایک مہینہ میں 900 کلومیٹر تو ایک سال میں 10800 کلومیٹر۔ ایک سال میں 10800 تو 50000 سال میں یہ ہوگا:

540،000،000 کلومیٹر (یعنی انگریزی میں 540 ملین کلومیٹر)

⇦ اور 540 ملین کلومیٹر روشنی کی رفتار exactly آدھے گھنٹے میں طے کرتی ہے۔ (یعنی 30 منٹ میں / یعنی 1800 سیکنڈس میں)

یعنی اگر روشنی کی رفتار سے چلیں تو یہ سفر آدھے گھنٹے میں طے ہوتا ہے! (یہ چیز قابلِ غور ہے!)

? اب سوال اٹھتا یہ سب، جنت، سدرۃ المنتھیٰ، جنت الماویٰ وغیرہ کہاں ہیں؟

کیا یہ سب کچھ ہماری اپنی Milky Way galaxy میں ہی ہیں یا اس ے باہر؟ ساتوں آسمانوں کا کانسیپٹ بھی کیا ہے اور کہاں ہے اس حقیقی فلکیاتی آسمان کے مد نظر؟

یہ 540 ملین کلومیٹر فلکیاتی تناظرے میں اتنا دور نہیں۔ یعنی ہمارا سورج ہم سے 150 ملین کلو میٹر دور ہے۔ قریب ترین سیارہ

زهره 117 million km ہے، مریخ 393 million km ہے۔
جیوپیٹر/مشتری 550 ملین کلومیڑ دور ہے، اور سولر سسٹم کا آخری سیارہ نیپچون 4.3 billon km دور ہے، اور پلوٹو 5 billion km سے بھی دور ہے۔

⇦ پر حدیث میں یہ نہیں کہا گیا کہ آدھے گھنٹے کا سفر تھا، بلکہ کہا گیا: "ایک تہائی" رات کا سفر تھا۔ اب رات اگر 9 گھنٹے کی ہے تو ایک تہائی رات 3 گھنٹے ہوں گے، اور رات اگر 12 گھنٹے کی ہے تو ایک تہائی 4 گھنٹے ہوں گے۔
اگر 4 گھنٹے سے حساب لگائیں تو روشنی کی رفتار سے چلنے سے 4 گھنٹے میں:
4،320،000،000 (یعنی 4 بلین، 320 ملین کلومیٹر طے ہوگا۔ یعنی exactly نیپچون تک پہنچے گے ہم، یعنی سولر سسٹم کی آخری حد تک!!)

? کیا 50000 سال سے 50000 "نوری" سال مراد ہیں؟

✎ اگر آپ سرچ کریں *How long is Milky Way Galaxy?*، تو جواب آجائیگا 100,000 light years یعنی ایک سرے سے دوسرے سرے تک 100،000 نوری سال بنتے تو اس کو بیچ/سینٹر سے دونوں جانب 50،000 نوری سال کی مسافت بنتی ہے۔
(یعنی 50000 نوری سال مراد لینا زیاد معقول ہے)

? Where is the Sun in Milky Way

✎ **ہمارا سورج اپنی ملکی وے گیلیکسے کے Orion Constellation کی Arm میں ہے جو سینٹر سے تقریباً 25،000 نوری سال دور ہے۔ اس حساب سے سینٹر کی طرف آنا جانا دونوں ملا کر لگ بھگ 50 ہزار نوری سال ہوتا ہے۔**

اگر یہ سب کچھ ایسی ہی ہے تو پھر ہمارا سب کچھ، جنت جھنم، سدرۃ المنتھی، فرشتوں کا اترنا، روحوں کا چڑھنا سب کچھ اسی ملکی وے گلیکسی میں ہی ہے! (اور غالباً وہ سب گیلیکسی کے سینٹر میں ہے۔) (واللہ اعلم)

اس کی دلیل میں خود قرآن میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا، سورہ معارج میں:

مِّنَ اللَّهِ ذِي الْمَعَارِجِ

اس اللہ کی طرف سے جو بہت بلند درجات والا ہے

تَعْرُجُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ إِلَيْهِ فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ خَمْسِينَ أَلْفَ سَنَةٍ۔

چڑھتے ہیں فرشتے اور روح اس کی جانب ایک دن میں جس کی مقدار پچاس ہزار برس ہے۔

یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ آج تک ہم ملکی وے گیلیکسی کے سینٹر کو نہیں دیکھ پائے کہ وہاں کیا ہے... "کیوں کہ وہاں روشنی اتنی زیادہ ہوتی، کہ اُس روشنی کی وجہ سے ہمیں کچھ نظر نہیں آتا!"

📖 The center of the Milky Way galaxy is a supermassive black hole called Sagittarius A* (Sgr A*)[1234]. It is surrounded by 200-400 billion stars and is estimated to be 25,000 to 28,000 light-years away from us[1]. The Milky Way has the shape of a spiral and rotates around its center, with long curling arms surrounding a slightly bulging disk. It's on one of these arms close to the center that the sun and Earth are located[1]. The center of the galaxy is largely hidden from view by dense clouds of interstellar gas, so astronomers use other wavelengths of light to observe it[5]

✎ اور کچھ ایسی ہی روایات میں آیا ہے، جو اوپر ڈاکٹر اسرار احمد کی تفسیر سے نقل کیا گیا ہے... جس کا ایک جملہ یہ دوہرا دیتے ہیں:

📖 ایک روایت میں حضرت ابوذر رض فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا : ھَلْ رَاَیْتَ رَبَّکَ "کیا آپ نے اپنے رب کو دیکھا تھا؟" حضور ﷺ نے جواب میں فرمایا : نُوْرٌ اَنّٰی اَرَاہُ ؟ "ایک نور تھا' میں اسے کیسے دیکھتا ؟"

لات، عزّیٰ، و منات

19۔ اَفَرَءَیْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰی ١٩

کیا تم نے دیکھا لات اور عزّیٰ کو؟

(اظھر)

20۔ وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰی ٢٠

اور تیسرا (ان کا) منات۔

(اظھر)

21۔ اَلَكُمُ الذَّكَرُ وَلَهُ الۡاُنۡثٰى ٢١
کیا تمہارے لیے لڑکے ہیں اور اُس کے لیے لڑکیاں؟
(اظھر)

22۔ تِلۡكَ اِذًا قِسۡمَةٌ ضِيۡزٰى ٢٢
یہ تو بڑی بے انصافی کی تقسیم ہے۔
(اظھر)

اسمائے بے مسمّٰی

23۔ اِنۡ هِىَ اِلَّاۤ اَسۡمَآءٌ سَمَّيۡتُمُوۡهَاۤ اَنۡتُمۡ وَاٰبَآؤُكُمۡ مَّاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنۡ سُلۡطٰنٍ‌ؕ اِنۡ يَّتَّبِعُوۡنَ اِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَهۡوَى الۡاَنۡفُسُ‌ۚ وَلَقَدۡ جَآءَهُمۡ مِّنۡ رَّبِّهِمُ الۡهُدٰىؕ ٢٣
دراصل یہ تو صرف چند نام ہیں جو تم نے اور تمہارے آبا و اجداد نے گھڑ لیے ہیں، اللہ نے تو اس کی کوئی دلیل نازل نہیں کی ہے، یہ لوگ صرف گمان اور خواہشات نفس کی پیروی کرتے ہیں حالانکہ ان کے پاس ان کے رب کی طرف سے ہدایت آ چکی ہے۔
(بلاغ القرآن)

📖 یہ توفقط نام ہی نام ہیں جوتم نے اور تمہارے آباؤ اجداد نے ان کے رکھے ہوئے ہیں، (ایسے نام جو بے معنی اور اسمائے بے مسمّٰی ہیں)
(نمونہ)

✏ جیسا کہ اہل علم کے ہاں مشہور ہے، ایک اسم ہوتا ہے، دوسرا ہوتا ہے مسمٰی، یعنی جس چیز کا نام ہو (جس کا نام رکھا گیا)۔ اسم و مسمی۔ جیسا کہا جائے "رازق" تو یہ اللہ کا ایک نام ہے، پر ہم جانتے ہیں اس نام کے پیچھے کوئی ذی شعور ہستی ہے جس کا یہ

نام ہے، اسے مسمیٰ کہتے۔ لیکن اس آیت میں اللہ تعالیٰ کہتے، یہ تو بس نام ہیں جو تم اور تمہارے آبا نے رکھ لیے ہیں، یعنی ان ناموں کے پیچھے کوئی ایسی ذی شعور مخلوق بھی نہیں جس کی طرف اشارہ ہو۔ یہ بس کھوکھلے نام ہیں۔

بُت پرستی

- تاریخی طور پر "بُت پرستی" کی ایجاد کچھ اس طرح ہوئی کہ پہلے لوگ اپنے "مُردوں کو زندہ" رکھنے کے لیے انھیں mummified کرتے تھے، تاکہ ان کا جسم گلے سڑے نہیں، اور صحیح سالم رہے، اور یہ تصور رکھتے تھے کہ انکو مرنے کے بعد بھی کھانے پینے اور ان سب چیزوں کی ضرورت پڑتی ہے جو زندہ انسان کو پڑتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مصر میں مردوں کے ساتھ ان کے برتن کپڑے اور دوسری اشیاء بھی ساتھ میں دفنائی جاتی تھی کہ ان چیزوں کی مردے کو اگلی زندگی میں بھی ضرورت پڑے گی حتٰی کہ ان کے غلام اور گھوڑوں کو بھی مار کر ساتھ میں دفنایا جاتا تھا کہ یہ ان کی اگلی زندگی میں بھی جاکر خدمت کریں۔

اور چونکہ قدیم لوگ، اپنے مردوں کو زندہ ہی تصور کرتے تھے تو اس لیے، آئے دن ان پر اشیاء خورد نوش انکی قبروں پر ڈالتے رہتے تھے۔ (تاکہ وہ یہ کھانا بھی کھائیں)

پر یہ مومیائی عمل بھی زیادہ پائیدار نہ رہا تو انہوں نے ترکیب سوچی کہ کیوں نہ پتھروں پر ان کے نقش بنادیں جو زیادہ دیر تک چل سکتے۔ اور اس طرح "پتھر کا بُت" وجود میں آیا۔ اب بنانے والے تو بنا کر چلے گئے، اور آنے والی نسلیں، یہ سب بھول گئی کہ اس

بت کے پیچھے کہانی کیا تھی؟ کیا یہ نبی تھا، ولی تھا، یا ہمارے آبا و اجداد میں سے کوئی نیک شخص تھا، یہ کون تھا اور کس لیے تھا؟

📖 وَقَالُواْ لَا تَذَرُنَّ ءَالِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَلَا سُوَاعًا وَلَا يَغُوثَ وَيَعُوقَ وَنَسْرًا (نوح، 71:23)
اور انھوں نے کہا کہ تم اپنے ان معبودوں کو ہرگز چھوڑ نہ بیٹھنا۔ ہرگز مت چھوڑنا وَد کو سواع کو یغوث کو یعوق کو اور نسر کو۔

📖 علماء سلف نے کہا کہ یہ نوحؑ سے پہلے پانچ صالحین کے نام تھے اور لوگ ان پر پورا یقین رکھتے تھے اور ان کے مرنے کے بعد لکڑی اور پتھر سے ان کے مجسمے بنا کر ان کے سامنے سجدہ ریز ہو گئے۔ ان کی عبادت کرنے لگے، اس مبارک آیت سے معلوم ہوا کہ "بت پرستی" کی اصل "مردہ پرستی" ہے۔ (یکا پرستی، شریعت سنگلاجی)

✏ پر یہ والے بُت (لات، منات، عُزٰی) تو ایسے تھے کہ ان کے پیچھے کوئی "مسمٰی" بھی نہیں تھا۔ یہ خالص تراشے ہوئے بس پتھر تھے... یعنی :اسمائے بے مسمّٰی۔

📖 قرآن پاک میں نو بتوں کا ذکر آیا ہے۔
"لات"، "عزی"، "مناۃ" (سورہ نجم)
"بعل" (سورہ صافات)
"ود"، "سواع"، "یعقوق"، "یغوث"، اور "نسر" (سورہ نوح)
(تفسیر نور)

24۔ اَمۡ لِلۡاِنۡسَانِ مَا تَمَنّٰی ۖ۲۴

کیا انسان کو لیے وہ (میسر) ہے جس کی وہ تمنا کرے۔
(اظھر)

📖 حدیث ہے، "جو شخص کسی ایسی چیز کی تمنا کرے جو رضائے خدا کا موجب ہے، تو وہ دنیا سے اس وقت تک نہیں جاتا جب تک وہ پوری نہ ہوجائے۔ (بحارالانوار)

📖 اور بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر وہ دنیا میں اسے حاصل نہ ہو تو اُسے اس کا اجر و ثواب ملےگا" (نمونہ)

📖 "میں نے خدا کو پختہ ارادوں کے ٹوٹنے، وعدوں کے ناتمام رہنے اور ہمتوں کے پست ہونے سے پہنچانا ہے۔ " امام علی علیہ السلام (نہج البلاغہ، کلمات قصار 250)۔ (نمونہ)

25۔ فَلِلّٰهِ الۡاٰخِرَةُ وَالۡاُوۡلٰى ۲۵

پس آخرت اور دنیا کا (مالک) تو اللہ ہی ہے۔
(اظھر)

✎ آگے کی آیات کے ساتھ اگر ملائیں تو مفہوم کچھ اس طرح ہوسکتا کہ جو لوگوں کی تمنا ہے کہ ان کو شفاعت بچا لیگی، اور وہ صرف شفاعت پر آسرا کر کے بیٹھے ہیں، کیا اُن کی تمنا پوری ہوجائیگی؟ جب کہ دنیا و آخرت کا مالک تو اللہ ہی ہے، شفاعت کا کل اختیار بھی اُسی کو ہے، اور اس کے اذن کے بغیر یہ کوئی کسی کی شفاعت بھی نہیں نہیں کرسکتا۔

شفاعت

26۔ ۞ وَكَمۡ مِّنۡ مَّلَكٍ فِى السَّمٰوٰتِ لَا تُغۡنِىۡ شَفَاعَتُهُمۡ شَيۡـًٔـا اِلَّا مِنۡۢ بَعۡدِ اَنۡ يَّاۡذَنَ اللّٰهُ لِمَنۡ يَّشَآءُ وَيَرۡضٰى ٢٦

اور آسمانوں میں کتنے ہی فرشتے ایسے ہیں جن کی شفاعت کچھ بھی کام نہ آئے گی، الا یہ کہ اس کے بعد اللہ کا اذن ہو، جس کے لیے چاہے، اور راضی ہوجائے۔
(اظھر)

✎ بُتوں کے ذکر کے بعد شفاعت کا ذکر اس لیے بھی ضروری ہے کہ مشرکین ان بُتوں کو اللہ کے حضور شافی سمجھتے تھے۔

وَيَعۡبُدُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهُمۡ وَلَا يَنۡفَعُهُمۡ وَيَقُوۡلُوۡنَ هٰٓؤُلَاۤءِ شُفَعَآؤُنَا عِنۡدَ اللّٰهِ‌ؕ (سورہ یونس، 10:18)
یہ لوگ اللہ کے سوا ان کی پرستش کر رہے ہیں جو ان کو نہ نقصان پہنچا سکتے ہیں نہ نفع، اور کہتے یہ ہیں کہ یہ اللہ کے ہاں ہمارے سفارشی ہیں۔

✎ آج کے دور میں بھی مسلمانوں کا زیادہ تکیہ بھی صرف شفاعت پر ہے، سنی کہتا ہے نبی بچا لیں گے، شیعہ کہتا ہے علی بچا لیں گے...

جب کہ اِسی سورہ میں اصل بات تو اللہ تعالیٰ نے بتا دی کہ، انسان کو وہی ملتا ہے جس کی وہ کوشش کرتا ہے، گناہانِ کبیرہ سے بچے گا تو چھوٹے گناہ تو ہم معاف ہی کردیں گے۔ باقی کوئی کسی کا بوجھ نہیں اٹھانے والا۔

🕮 اذن اور رضا میں فرق یہ ہے کہ اذن رکاوٹ پیدا نہ کرنے کو کہتے ہیں کہ ایک کام کو ہونے دیا جاتا ہے خواہ رکاوٹ پیدا نہ کرنے والا راضی ہو یا نہ ہو۔

وَ مَا اَصَابَکُم یَومَ التَقَی الجَمعٰنِ فَبِاِذنِ اللّٰہِ..... (٣ آل عمران: ١۶۶)
اور دونوں فریقوں کے درمیان مقابلے کے روز تمہیں جومصیبت پہنچی وہ اللہ کے اذن سے تھی۔
ایک کام ہے جس پر اللہ راضی نہیں ہے لیکن از راہ امتحان اس کام میں رکاوٹ نہیں ڈالتا، اسے ہونے دیتا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کسی کام پر راضی ہے تو اذن کا ہونا ضروری ہے۔ (کوثر)

🕮 اور چونکہ اس کا اذن و رضا حساب و کتاب کے بغیر نہیں ہے لہٰذا انسان اور اس کے درمیان ایسا رابطہ ہونا چاہیے تاکہ وہ اس کے لیے، اپنے مقر بان درگاہ کو، شفاعت کی اجازت دے دے ۔اور یہ وہ مقام ہے جہاں امیدِ شفاعت ،انسان کے لیے ایک تربیتی مکتب کی صورت میں اختیار کر لیتی ہے ، اور خدا سے اس کے تمام رشتوں کے ٹوٹنے سے مانع ہو جاتی ہے۔ (نمونہ)

🕮 امام جعفرصادق علیہ السلام فرماتے ہیں: قہر الٰہی کے مقابلے میں فرشتے اور پیغمبر بھی تمھیں نجات نہیں دلا سکتے۔ جس کو شفاعت کا انتظار ہے وہ مرضی خدا حاصل کرنے کی کوشش کرے (بحار، ج8، ص53) (نور)

سوال: کیا شفاعت، لوگوں کو گناہ پر اُکسانے کا ذریعہ نہیں بنتی؟

جواب: بالکل بھی ایسا نہیں ہے چونکہ پہلی بات تو یہ ہے کہ کس کی شفاعت کی جائے گی، کسی کو خبر نہیں۔ پھر دوسری بات یہ ہے کہ کیا زہر کا اثر ختم کرنے والی دوائی بنانا، اس بات کی دعوت ہے کہ انسان زہر کھالے؟

منھ پھیر لو؟

27۔ اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ لَيُسَمُّوْنَ الْمَلٰۗىِٕكَةَ تَسْمِيَةَ الْاُنْثٰى ٢٧

یقیناً جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے وہ فرشتوں کے نام مونث رکھتے ہیں۔
(اظھر)

28۔ وَمَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ ۭ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ ۚ وَاِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِيْ مِنَ الْحَقِّ شَـيْــــًٔا ٢٨

حالانکہ انہیں اس کا کچھ بھی علم نہیں ہے وہ تو صرف گمان کی پیروی کرتے ہیں اور گمان تو حق (تک) پہنچنے کے لیے کچھ کام نہیں دیتا۔
(بلاغ القرآن)

29۔ فَاَعْرِضْ عَنْ مَّنْ تَوَلّٰى ڏ عَنْ ذِكْرِنَا وَلَمْ يُرِدْ اِلَّا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ۭ ٢٩

پس آپ اس سے منہ پھیر لیں جو ہمارے ذکر سے منہ پھیرتا ہے اور صرف دنیاوی زندگی کا خواہاں ہے۔
(بلاغ القرآن)

📖 **وَ لَا تَجْعَلَ الدُّنْيَا اَكْبَرَ هَمِّنَا وَ لَا مَبْلَغَ عِلْمِنَا....(مستدرک الوسائل ۶: ۲۸۵)**

اے اللہ! ہمیں ایسا نہ بنا دے کہ دنیا ہی ہمارا سب سے بڑا مقصد ہو اور ہمارے علم و آگہی کی انتہا یہی دنیا قرار پائے۔ (کوثر، و نمونہ)

- ✎ **اعراض کیوں؟ نبی کا کام تو آخری دم تک تبلیغ کرنا ہے تو پھر اعراض کیوں؟**
- ✎ **یہ انداز گفتگو اس لیے کہ بعض اوقات بندہ بات تب سنتا جب اُسے ہدایت کر کے چھوڑ دیا جائے، اگر مسلسل اُس کے سر پر کھڑے**

ہوکر بولا جائے، مانو، مانو، مانو، تو وہ ضد میں کبھی نہیں مانے گا۔ پر جب اعراض والا رویہ رکھا جاتا ہے تہ جس کے دل میں کجی نہیں ہوگی، تو وہ پھر خودی پیچھے آئیگا۔

📖 **قرآن مجید میں کافروں (سجدہ: 30)، مشرکوں (انعام: 106)، منافقوں (منافقون: 4)، جاہلوں (اعراف: 199)، میدان جنگ سے فرار کرنے والوں (توبہ: 95)، اور جو آیات الٰہی کا مذاق اڑاتے ہیں یا اس کا ارادہ رکھتے ہیں اور ان میں خرابی پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں (انعام: 68)، (اور اللہ کے ذکر سے اعراض کرنے والوں (نجم، 29)) سے منہ پھیرنے کا حکم آیا ہے۔ (نور)**

قرآن میں دنیا کی حقیقت

📖 **قرآن کریم میں متعدد آیات کے ذریعہ دنیا کی حقیقت اور دنیاوی زندگی کو یوں بیان کیا گیا ہے:**

1. **دنیا کم ہے اور ناچیز ہے: قُلۡ مَتَاعُ الدُّنۡيَا قَلِيۡلٌ ۚ (نساء، 4:77)**
2. **دنیا فانی ہے اور گزرگاہ ہے – ٹھرنے کی جگہ نہیں: مَا عِنۡدَكُمۡ يَنۡفَدُ (جو کچھ تمہارے پاس ہے ختم ہوجائیگا۔ (نحل، 16:96)**
3. **دنیاداری سوائے کھیل تماشے کے کچھ نہیں: وَمَا هٰذِهِ الۡحَيٰوةُ الدُّنۡيَاۤ اِلَّا لَهۡوٌ وَّلَعِبٌ ؕ (عنکبوت، 29:64)**
4. **دنیا دھوکے کی جگہ ہے: وَمَا الۡحَيٰوةُ الدُّنۡيَاۤ اِلَّا مَتَاعُ الۡغُرُوۡرِ (حدید، 57:10)**
5. **دنیاداری، آخرت چاہنے کے راستے میں رکاوٹ ہے: اَرَضِيۡتُمۡ بِالۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا مِنَ الۡاٰخِرَةِ ۚ (کیا آخرت کے مقابلے میں حیاتِ دنیا پر ہی راضی ہوگئے؟) (توبہ، 9:38)**

6. دنیا، دل لبھانے والی ہے: قَالَ الَّذِيۡنَ يُرِيۡدُوۡنَ الۡحَيٰوةَ الدُّنۡيَا يٰلَيۡتَ لَنَا مِثۡلَ مَاۤ اُوۡتِىَ قَارُوۡنُۙ (جو لوگ حیات دنیا کے طالب تھے وہ اسے دیکھ کر کہنے لگے " کاش ہمیں بھی وہی کچھ ملتا جو قارون کو دیا گیا ہے) (قصص، 28:79)

7. سورۃ حدید کی آیت 20 میں دنیا کی پانچ صفات بیان ہوئی ہیں جو کہ انسانی زندگی کے پانچ مراحل کے ساتھ مطابقت رکھتی ہیں۔

"جان لو کہ دنیا کی زندگی اس کے سوا کچھ نہیں کہ کھیل اور تماشہ ہے اور زینت اور باہمی فخر اور مال اور اولاد میں ایک دوسرے سے بڑھنے کی کوشش کرناھے جیسے کہ بارش کہ اس کی پیداوار کسانوں کو اچھی معلوم ہوتی ہے، پھر وہ خشک ہوجاتی ہے، پھر تو اس کو زرد دیکھتا ہے، پھر وہ ریزہ ریزہ ہوجاتی ہے اور آخرت میں سخت عذاب ہے اور اللہ کی طرف سے معافی اور رضا مندی بھی اور دنیا کی زندگی دھوکے کی پونجی کے سوا اور کچھ نہیں"

الف۔ کھیل کود۔ (بچپنا)

ب۔ بے پروائی اور سرگرمی (لڑکپن)

ج۔ خوبصورتی اور آرائش کی جانب توجہ (جوانی)

د۔ اکڑنا اور فخر و تکبر (ادھیڑ عمر)

ھ۔ تکاثر اور دولت جمع کرنا (بڑھاپا)

(تفسیر نور)

30۔ ذٰلِكَ مَبْلَغُهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ ؕ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ ۙ وَهُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اهْتَدٰى ٣٠

بس یہی ان کے علم کی انتہا ہے، آپ کا رب یقینا جانتا ہے کہ اس کے سبیل سے کون بھٹک گیا ہے اور اسے بھی خوب جانتا ہے جو ہدایت پاگیا۔

(اظہر)

قلم، 68:7 - اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ ۠ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ٧

31۔ وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۙ لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَسَاۗءُوْا بِمَا عَمِلُوْا وَيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا بِالْحُسْنٰى ۚ ٣١

اور اللہ ہی کے لیے ہے جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے، تاکہ جنہوں نے بُرا کام کیا ان کو ویسا ہی بدلہ دے، اور جنھوں نے نیک کام کیا انکو اچھائی کے ساتھ بدلہ دے

(اظہر)

گناہانِ کبیرہ سے بچو

32۔ اَلَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰۗىِٕرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ اِلَّا اللَّمَمَ ۭ اِنَّ رَبَّكَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ ۭ هُوَ اَعْلَمُ بِكُمْ اِذْ اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَاِذْ اَنْتُمْ اَجِنَّةٌ فِيْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ ۚ فَلَا تُزَكُّوْٓا اَنْفُسَكُمْ ۭ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰى ٣٢

جو لوگ کبیرہ گناہ اور فواحش سے اجتناب کرتے ہیں سواءِ لمم کے، یقیناً تمہارے رب کی مغفرت وسیع ہے، وہ تمہیں خوب جانتا ہے جب اُس نے تمہیں زمین سے پیدا کیا اور جب تم تھے اپنی ماؤں کے بطن میں جنین (کی حالت میں)، تو خود کو بہت پاکباز نہ ٹھرائو، وہ خوب جانتا ہے کہ متقی کون ہے۔

(اظہر)

نساء، 4:31 - اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبٰۗىِٕرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَنُدْخِلْكُمْ مُّدْخَلًا كَرِيْمًا ٣١

شعرا، 42:37 - وَالَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰۗىِٕرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ وَاِذَا مَا غَضِبُوْا هُمْ يَغْفِرُوْنَ ۚ ٣٧

اعراف، 7:201 - اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طٰۗىِٕفٌ مِّنَ الشَّيْطٰنِ تَذَكَّرُوْا فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ ۚ ٢٠١

نساء، 4:49 - اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يُزَكُّوْنَ اَنْفُسَهُمْ ۭ بَلِ اللّٰهُ يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَاۗءُ وَلَا يُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا ٤٩

📖 لَمَّهٗ يَلُمَّهٗ لَمّاً. اس نے اس کو جمع کر دیا. سورہ فجر میں ہے. وَتَاْكُلُوْنَ التُّرَاثَ اَكْلًا لَّمًّا [89:19]. تم اس مال کو جو تمہیں میراث میں ملتا ہے، سمیٹ کر خود ہی کھا جاتے ہو ؟

"قریب ہونے" کے اعتبار سے اَ لَمَّ الرَّجُلُ کے معنی ہیں، آدمی گناہ کے قریب ہو گیا. یعنی اس کا مرتکب تو نہیں ہوا، البتہ اس نے اس کا ارادہ کر لیا تھا. بعض نے کہا ہے کہ لَمَمٌ کے معنی یہ ہیں کہ انسان کبھی کبھار کوئی غلطی کر بیٹھے لیکن اس پر اصرار نہ کرے. اِلْمَامٌ کے معنی ہیں، کسی وقت کوئی کام کر لینا لیکن اس پر اصرار نہ کرنا. چنانچہ کہتے ہیں. مَا يَزُوْرُنَا اِلَّا لِمَا مَا . وہ ہمارے ہاں بلا پابندی کبھی کبھار آجاتا ہے.

قرآن کریم میں مومنین کے متعلق ہے اَلَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ اِلَّا اللَّمَمَ[53:32]. وہ لوگ بڑی بڑی لغزشوں سے اور بے حیائی کی باتوں سے مجتنب رہتے ہیں، بجز اُن غلطیوں کے جوانسان سے کبھی کبھار بلا ارادہ سرزد ہو جائیں. (مفہوم القرآن، ڈکشنری)

✎ یہ آیت بڑی غور طلب ہے، اس کے تین حصہ کیے جاسکتے ہیں. پہلا:جو لوگ گناہ کبیرہ سے بچتے ہیں، اور ان کے صغیرہ گناہ بھی معاف کردے گا. پر جیسا کہ ڈکشنری میں "لمم" کی ڈیفینشن لکھی ہے، وہ صغیرہ پر بھی اصرار نہیں کرتے، پر جانے انجانے میں انسان سے ہو ہی جاتا ہیں، تو وہ الگ بات ہے. اور اسے جانے انجانے کو لیکر بات آگے بڑھاتے ہوئے اللہ تعالیٰ کہتا. "اللہ تمہیں خوب جانتا ہے (تم کیا چیز ہو). کس چیز سے بنائے گئے ہو، اور کیسی نفسانی خواہشات تمہارے اندر پائی جاتی ہیں.." یہ بات اجتماعی

بھی ہوسکتی کہ اللہ انسانوں کو خوب جانتا کہ وہ کیسا جلد باز، جھگڑالو، اور ناشکرا ہے۔ اور انفرادی بھی ہوسکتی کہ ہر بندہ کو اللہ تعالیٰ کہتا، تمہیں خوب جانتا ہے، جب تمہیں مٹی سے پیدا کیا اور جب تم ماں کے پیٹ میں تھے... کہ تمہاری سرشت سے خوب واقف ہے؟ تم کیا ہو، کیا کرتے آئے ہو، اور کیا کیا کرنے والے ہو۔ اس لیے تمہارا ماضی، حال، مستقبل وہ سب خوب جانتا ہے۔ اس لیے (تیسرا حصہ) اپنی پاکی بیان کر کے، زیادہ ھوا میں مت اڑو۔ کیوں کہ وہ خوب جانتا ہے کہ تم میں سے متقی کون ہے۔ اور اللہ کہتا ہی ہے، اللہ عزت انکو دیتا جو عاجز اور Down to Earth ہوتے ہیں۔

وَنُرِيدُ اَن نَّمُنَّ عَلَى الَّذِينَ اسۡتُضعِفُوا فِى الاَرضِ وَنَجعَلَهُم اَىِٕمَّةً وَّنَجعَلَهُمُ الوٰرِثِينَ (28:5)

اور ہم چاہتے تھے کہ جو لوگ ملک میں کمزور کر دیئے گئے ہیں اُن پر احسان کریں اور اُن کو پیشوا بنائیں اور انہیں (ملک کا) وارث کریں۔

📖 غرض ہر شخص نے اپنے ضمیر کے سامنے اپنی مجبوری کا رونا رو کر کبائر میں سے کم از کم ایک گناہ کو اپنا لیا ہے اور ضمیر کی تسلی کے لیے اپنی تمام تر ترجیحات صغائر سے "پرہیز" کی طرف منتقل کردی ہیں۔ اس حوالے سے یہ لوگ صغائر سے متعلق مسائل بھی دریافت کرتے ہیں' پھر ان مسائل پر بحثیں بھی ہوتی ہیں اور ان کے بارے میں دوسروں پر اعتراضات بھی کیے جاتے ہیں' بلکہ چھوٹی چھوٹی باتوں پر جھگڑوں کی وجہ سے "من دیگرم تو دیگری" میں اور ہوں' تم اور ہو کے فتوے بھی صادر کیے جاتے ہیں۔ (تم نے آمین زور سے کہہ دی، تم اور ہوگئے، میں اور ہوں، تم نے

رفع یدین کردیا، تم کوئی اور ہو، تم کوئی مخلوق ہی کوئی اور ہو، شاید مریخ سے آگئے ہو۔ اب مسجد سے نکلے تو مسجد کو دھویا جائیگا...) (اسرار احمد)

✎ یہ بات حقیقت ہے کہ ہر انسان اس دنیا میں کم سے کم ایک کبیرہ گناہ میں ضرور ملوث ہے۔ اور وہی اس کی زندگی کا حقیقت میں امتحان بھی ہے۔ کوئی عورتوں کے معاملے میں غرق ہے تو کوئی دھن دولت کے معاملے میں۔ کوئی اپنے بال بچوں، عزیز اقارب کے حقوق، صلہ رحمی و وراثت کے معاملات سے پھنسا ہوا ہے تو کوئی حقوق اللہ سے دور ہے (نہ نماز پڑھتا ہے نہ روزہ رکھتا ہے، ...)
اور کوئی اگر ان سب سے بچا ہوا ہے، اور ظاہراً نیک ہے تو پھر شیطان اسکو تکبر میں پھنسا دیتا ہے، یہ وسواس ڈال کر کہ تُو تو بڑا نیک اور پاک ہے، تجھ سے اچھا تو کوئی ہے ہی نہیں۔ لوگ پتا نہیں سارا دن کیسے کیسے گناہوں میں ملوث ہوتے ہیں، اور تو سارا دن نماز اور نیکی کے کاموں میں لگا رہتا۔ تو بڑا پاکباز ہے...
اور اسی لیے اللہ نے اس آیت میں اس کے لیے بھی سبق دے دیا۔
فلا تُزکوا انفُسکُم "خود کو پاکباز مت ٹھرائو"!

🕮 امیرالمومنین علیہ السلام سے روایت ہے:
سَیِّئَۃٌ تَسُوئُ کَ خَیْرٌ عِنْدَ اللّٰہِ مِنْ حَسَنَۃٍ تُعْجِبُکَ۔ (نہج البلاغۃ حکمت: ۴۶)
وہ گناہ جو خود تجھے برا لگے اللہ کے نزدیک اس نیکی سے بہتر ہے جو تجھے خود پسندی میں مبتلا کر دے۔

✎ دھن دولت ایسی چیز ہے جو کم ہو تب بھی نقصان، زیادہ ہو تب بھی نقصان۔ اگر کم دولت ہے تو حرام کمانا، رشوت لینا، یا ہر طریقے سے غلط طریقے سے کمانا یا کسی کا مال ہڑپ کرنا، یا ناپ تول میں کمی کرنا... اور اگر دولت زیادہ ہے تو غریبوں مسکینوں، یتیموں سے ہاتھ روک لینا، انہیں کھانا نہ کھلانا، انفاق نہ کرنا، قربانی نہ کرنا یا کرکے اڑوس پڑوس میں نہ دینا۔ اور کسی بھی طرح سے استطاعت ہوتے ہوئے ہاتھ روک لینا...

📖 كَبٰئِرَ الاِثْمِ گناہان کبیرہ کے بارے میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے: كُلُّ مَا اَوْعَدَ اللہُ عزَّ وَ جَلَّ عَلَيْہِ النَّارِ۔ (الفقیہ ۳: ۵۶۹)
گناہ کبیرہ وہ ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے جہنم کی سزا رکھی ہے۔ (کوثر)

📖 وَ الفَوَاحِشَ :بے حیائی یعنی وہ گناہ جو انسان کے شرم و حیا کی نفی سے متعلق ہیں جیسے زنا اور چوری۔
وَ لَا تَقرَبُوا الزِّنٰی اِنَّہ كَانَ فَاحِشَۃً.... (۱۷ اسراء: ۳۲)
اور زنا کے قریب بھی نہ جاؤ یقینا یہ بڑی بے حیائی ہے۔

📖 لمم کی تعریف گناہان صغیرہ سے بھی کی جاتی ہے لیکن ائمہ اہل بیت علیہم السلام کی احادیث میں لمم کی تعریف ان گناہوں سے کی گئی ہے جو وقتاً فوقتاً سرزد ہوتے ہیں، ہمیشہ نہیں۔

اللَّمَمُ الرَّجُلُ يُلِمُّ بِالذَّنْبِ فَيَستَغْفِرُ اللہَ مِنْہُ.... (الکافی ۲: ۳۷۸)

لمم کے معنی ہیں بندہ گناہ کرتا ہے پھر اس گناہ سے استغفار کرتا ہے۔

یہ حدیث قرآن مجید کی اس آیت کے مطابق ہے:
وَ الَّذِينَ اِذَا فَعَلُوا فَاحِشَةً اَو ظَلَمُوا اَنفُسَہُم ذَكَرُوا اللّٰہَ فَاستَغفَرُوا لِذُنُوبِہِم.... (آل عمران: ۱۳۵)
اور جن سے کبھی نازیبا حرکت سرزد ہو جائے یا وہ اپنے آپ پر ظلم کر بیٹھیں تو اسی وقت اللہ کو یاد کرتے ہیں اور اپنے گناہوں کی معافی چاہتے ہیں۔ (کوثر)

📖 امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ایک روایت میں ہے:
لَا صَغِيرَةَ مَعَ الْإِصْرَارِ وَ لَا كَبِيرَةَ مَعَ الْإِسْتَغْفَارِ. (الکافی ۲: ۲۸۸)
ہمیشہ ارتکاب سے گناہ، صغیرہ نہیں رہتا اور استغفار سے گناہ، کبیرہ نہیں رہتا۔ (کوثر)

گناہانِ کبیرہ کون سے ہیں

📖 "امام علی رضا علیہ السلام فرماتے ہیں: میں نے اپنے والد بزرگوار سے سنا عمرو بن عُبید بصری حصرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے حضور آیا۔ اس نے سلام کیا اور آپؑ کے سامنے بیٹھ گیا اور یہی آیت کریمہ پڑھی۔ پڑھتے پڑھتے رک گیا۔
امامؑ نے پوچھا: کس چیز نے تجھے روک دیا ہے؟
اس نے عرض کیا: میں چاہتا ہوں کہ کتاب اللہ کے مطابق کبائر کتنے ہیں؟
آپؑ نے فرمایا: اے عمرو!

1. شرک

گناہانِ کبیرہ میں سب سے بڑا گناہ اللہ کے ساتھ شریک ٹھیرانا ہے۔
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

إن الله لا يغفر أن يشرك به ويغفر ما دون ذلك لمن يشاء ومن يشرك بالله فقد افترى إثما عظيما (نساء، 4:48)

یقیناً اللہ اس بات کو ہرگز نہیں بخشے گا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے اس سے کم تر جو کچھ ہے وہ جس کے لیے چاہے گا بخش دے گا اور جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرتا ہے اس نے تو بہت بڑے گناہ کا افترا کیا۔

2. مايوسى من رحمت الله

بعد از ایں اللہ کی رحمت سے مایوسی گناہِ کبیرہ ہے۔

ولا تيأسوا من روح الله إنه لا ييأس من روح الله إلا القوم الكافرون (يوسف، 12:87)

اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو، اس کی رحمت سے تو بس کافر ہی مایوس ہوا کرتے ہیں۔

3. عاق والدين

اور گناہان کبیرہ میں سے عاق والدین ہیں۔

وبرا بوالديه ولم يكن جبارا عصي۔ (مريم، 19:14)

اور اپنے والدین کا حق شناس تھا وہ جبّار نہ تھا اور نہ نافرمان۔

وبرا بوالدتي ولم يجعلني جبارا شقيا۔ (مريم، 19:32)

اور اپنی والدہ کا حق ادا کرنے والا بنایا، [1]اور مجھ کو جبّار اور شقی نہیں بنایا۔

4. **قتل عمد**

ومن يقتل مؤمنا متعمدا فجزاؤه جهنم خالدا فيها وغضب الله عليه ولعنه وأعد له عذابا عظيما (نساء، 4:93)

اور جو کوئی قتل کرے گا کسی مؤمن کو جان بوجھ کر تو اس کا بدلہ جہنّم ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اور اللہ کا غضب اس پر ہوگا اور اللہ نے اس پر لعنت فرمائی ہے اور اس کے لیے بہت بڑا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

5. **باعفت عورتوں پر الزام لگانا**

إن الذين يرمون المحصنات الغافلات المؤمنات لعنوا في الدنيا والآخرة ولهم عذاب عظيم (نور، 24:23)

جو لوگ پاک دامن ، بے خبر، [1]مومن عورتوں پر تہمتیں لگاتے ہیں ان پر دُنیا اور آخرت میں لعنت کی گئی اور ان کے لیے بڑا عذاب ہے

6. **مال یتیم کا کھانا**

إن الذين يأكلون أموال اليتامى ظلما إنما يأكلون في بطونهم نارا وسيصلون سعيرا۔ (نساء، 4:10)

جو لوگ ظلم کے ساتھ یتیموں کے مال کھاتے ہیں درحقیقت وہ اپنے پیٹ آگ سے بھرتے ہیں اور وہ ضرور جہنّم کی بھڑکتی ہوئی آگ میں جھونکے جائیں گے۔

7. میدانِ جنگ سے فرار

ومن یولھم یومئذ دبرہ إلا متحرفا لقتال أو متحیزا إلی فئة فقد باء بغضب من اللّٰہ ومأواہ جھنم وبئس المصیر۔ (انفال، 8:16)

اس نے ایسے موقع پر پیٹھ پھیرے.... اِلّا یہ کہ جنگی چال کے طور پر ایسا کرے یا کسی دوسری فوج سے جا ملنے کے لیے.... تو وہ اللہ کے غضب میں گھِر جائے گا، اُس کا ٹھکانا جہنّم ہو گا، اور وہ بہت بُری جائے بازگشت ہے۔

8. سود خوری

الذین یأکلون الربا لا یقومون إلا کما یقوم الذي یتخبطه الشیطان من المس ذلك بأنهم قالوا إنما البیع مثل الربا وأحل اللّٰہ البیع۔ (بقرہ، 2:275)

مگر جو لوگ سُود کھاتے ہیں، اُن کا حال اُس شخص کاسا ہوتا ہے، جسے شیطان نے چُھوکر باوٗلا کر دیا ہو۔ اور اس حالت میں اُن کے مبتلا ہونے کی وجہ یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں:"تجارت بھی تو آخر سُود ہی جیسی ہے" ، حالانکہ اللہ نے تجارت کو حلال کیا ہے اور سُود کو حرام۔ لہٰذا جس شخص کو اس کے ربّ کی طرف سے یہ نصیحت پہنچے اور آئندہ کے لیے وہ سُود خوری سے باز آجائے، تو جو کچھ وہ پہلے کھا چکا ، اس کا معاملہ اللہ کے حوالے ہے۔ اور جو اس حکم کے بعد پھر اسی حرکت کا اعادہ کرے، وہ جہنمی ہے، جہاں وہ ہمیشہ رہے گا۔

9. جادو

واتبعوا ما تتلو الشياطين على ملك سليمان وما كفر سليمان ولكن الشياطين كفروا يعلمون الناس السحر وما أنزل على الملكين ببابل هاروت وماروت وما يعلمان من أحد حتى يقولا إنما نحن فتنة فلا تكفر فيتعلمون منهما ما يفرقون به بين المرء وزوجه وما هم بضارين به من أحد إلا بإذن الله ويتعلمون ما يضرهم ولا ينفعهم ولقد علموا لمن اشتراه ما له في الآخرة من خلاق ولبئس ما شروا به أنفسهم لو كانوا يعلمون۔ (بقره، 2:102)

اور لگے ان چیزوں کی پیروی کرنے، جو شیاطین سلیمان ؑ کی سلطنت کا نام لے کر پیش کیا کرتے تھے، حالانکہ سلیمان ؑ نے کبھی کفر نہیں کیا ، کفر کے مرتکب تو وہ شیاطین تھے جو لوگوں کو جادوگری کی تعلیم دیتے تھے۔ اور پیچھے پڑے اس چیز کے جو بابل میں دو فرشتوں، ہاروت و ماروت پر نازل کی گئی تھی، حالانکہ وہ (فرشتے) جب بھی کسی کو اس کی تعلیم دیتے تھے، تو پہلے صاف طور پر متنبہّ کر دیا کرتے تھے کہ "دیکھ ، ہم محض ایک آزمائش ہیں ، تُوکفر میں مبتلا نہ ہو " پھر بھی یہ لوگ ان سے وہ چیز سیکھتے تھے جس سے شوہر اور بیوی میں جُدائی ڈال دیں۔ ظاہر تھا کہ اذنِ الٰہی کہ بغیر وہ اس ذریعے سے کسی کو بھی ضرر نہ پہنچا سکتے تھے ، مگر اس کے با وجو د وہ ایسی چیز سیکھتے تھے جو خود ان کے لیے نفع بخش نہیں ، بلکہ نقصان دہ تھی اور انھیں خوب معلوم تھا کہ جو اس چیز کا خریدار بنا ، اس کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔ کتنی بُری متاع تھی جس کے بدلہ انھوں نے اپنی جا نوں کو بیچ ڈالا، کاش انھیں معلوم ہو تا۔

10. زنا

والذين لا يدعون مع الله إلها آخر ولا يقتلون النفس التي حرم الله إلا بالحق ولا يزنون ومن يفعل ذلك يلق أثاما. (فرقان، 25:68)

و اللہ کے سوا کسی اور معبُود کو نہیں پُکارتے، اللہ کی حرام کی ہوئی کسی جان کو ناحق ہلاک نہیں کرتے، اور نہ زنا کے مرتکب ہوتے ہیں .... یہ کام جو کوئی کرے وہ اپنے گناہ کا بدلہ پائے گا

11. جھوٹی قسم کھانا

إن الذين يشترون بعهد الله وأيمانهم ثمنا قليلا أولئك لا خلاق لهم في الآخرة ولا يكلمهم الله ولا ينظر إليهم يوم القيامة ولا يزكيهم ولهم عذاب أليم. (آل عمران، 3:77)

رہے وہ لوگ جو اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کو تھوڑی قیمت پر بیچ ڈالتے ہیں، تو ان کے لیے آخرت میں کوئی حصّہ نہیں، اللہ قیامت کے روز نہ ان سے بات کرے گا نہ ان کی طرف دیکھے گا اور نہ انھیں پاک کرے گا، [1]بلکہ ان کےلیے تو سخت درد ناک سزا ہے

12. چوری و خیانت

وما كان لنبي أن يغل ومن يغلل يأت بما غل يوم القيامة ثم توفى كل نفس ما كسبت وهم لا يظلمون. (آل عمران، 3:161)

اور کسی نبی کی یہ شان نہیں ہے کہ وہ خیانت کرے اور جو کوئی خیانت کرے گا تو وہ اپنی خیانت کی ہوئی چیز سمیت حاضر ہوگا قیامت کے دن پھر ہر جان کو پورا پورا دے دیا جائے گا جو کچھ اس نے کمایا ہوگا اور ان پر کچھ ظلم نہ ہوگا

13. زکوٰۃ مفروضہ سے انکار

يوم يحمى عليها في نار جهنم فتكوى بها جباههم وجنوبهم وظهورهم هذا ما كنزتم لأنفسكم فذوقوا ما كنتم تكنزون۔ (توبہ، 9:35)

ایک دن آئے گا کہ اسی سونے چاندی پر جہنم کی آگ دہکائی جائے گی اور پھر اسی سے ان لوگوں کی پیشانیوں اور پہلوؤں اور پیٹھوں کو داغا جائے گا یہ ہے وہ خزانہ جو تم نے اپنے لیے جمع کیا تھا، لو اب اپنی سمیٹی ہوئی دولت کا مزہ چکھو

14. جھوٹی شہادت اور شہادت کو چھپانا

وإن كنتم على سفر ولم تجدوا كاتبا فرهان مقبوضة فإن أمن بعضكم بعضا فليؤد الذي اؤتمن أمانته وليتق الله ربه ولا تكتموا الشهادة ومن يكتمها فإنه آثم قلبه والله بما تعملون عليم۔ (بقرہ، 2:283)

گر تم سفر کی حالت میں ہو اور دستاویز لکھنے کےلیے کوئی کاتب نہ ملے ، رہن بالقبض پر معاملہ کرو۔ [1]اگر تم میں سے کوئی شخص دُوسرے پر بھروسہ کرکے اس کے ساتھ کوئی معاملہ کرے، تو جس پر بھروسہ کیا گیا ہے ، اسے چاہیے کہ امانت ادا کرے اور اللہ ، اپنے ربّ سے ڈرے۔ اور شہادت ہرگز نہ چھپاوٴ۔ [2]جو شہادت چھپاتاہے ، اس کا دل گناہ میں آلودہ ہے۔ اور اللہ تمہارے اعمال سے بے خبر نہیں ہے۔

15. شراب خوری

اللہ تعالی نے شراب خوری کو بتوں کی عبادت کے مساوی قرار دیا ہے اور اس طرح جان بوجھ کر نماز ترک کرنا اور وہ چیز جو اللہ نے

فرض کی ہے۔ (کیونکہ رسول اللہﷺ نے فرمایا: "جس نے جان بوجھ کر نماز کو ترک کیا تو اللہ اور اس کے رسول کے ذمہ سے بری ہے۔"

یا أیها الذین آمنوا إنما الخمر والمیسر والأنصاب والأزلام رجس من عمل الشیطان فاجتنبوه لعلکم تفلحون۔ (مائدہ، 5:90)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، یہ شراب اور جُوا اور یہ آستانے اور پانسے، [1]یہ سب گندے شیطانی کام ہیں، ان سے پرہیز کرو، اُمیّد ہے کہ تمہیں فلاح نصیب ہوگی۔

16. عہد کو توڑنا ۔ قطع رحمی کرنا

والذین ینقضون عهد الله من بعد میثاقه ویقطعون ما أمر الله به أن یوصل ویفسدون في الأرض أولئك لهم اللعنة ولهم سوء الدار۔ (رعد، 13:25)

رہے وہ لوگ جو اللہ کے عہد کو مضبوط باندھ لینے کے بعد توڑ ڈالتے ہیں، جو اُن رابطوں کو کاٹتے ہیں جنہیں اللہ نے جوڑنے کا حکم دیا ہے، اور جو زمین میں فساد پھیلاتے ہیں، وہ لعنت کے مستحق ہیں اور ان کے لیے آخرت میں بہت برا ٹھکانا ہے۔

امام علیہ السلام فرماتے ہیں: یہ سن کر عمرو بن عبید فوراً مجلس سے نکلا اور گریہ و بکا کرتے ہوئے چلا رہا تھا۔

وہ ہلاک ہوا جس نے تفسیر بالرائے کی اور وہ بھی ہلاک ہوا جس نے فضیلت و علم میں اے آل محمد تم سے جھگڑا کیا۔" (تفسیر نورالثقلین)

🕮 ہر انسان کی قیمت اس قدر ہے جتنا وہ گناہ کے مقابلے میں انکار کرتا ہے۔ بالفرض اگر ہم ایک مثقال سونے کے لیے گناہ کرڈالا تو ہماری قیمت ایک مثقال سونا ہوگی۔ اگر ایک سو مثقال سونے کے لیے گناہ کیا تو ہماری قیمت ایک سو مثقال ہوگی۔ (نور)

🕮 خدا کی مغفرت، گناہ کرنے کا اجازت نامہ نہیں ہے۔ ہر صورت میں گناہ سے پرہیز کرنا چاہیے۔ (نور)

گناہ اور اس کے اثرات سے بچنے کے راستے:

⇦ (تفسیر نور، ج 9، ص328، اردو ترجمہ)

خود ستائی / فلا تزکو انفسکم

🕮 ایک حدیث میں امام باقر علیہ السلام سے زیربحث آیت (فلا تز کواانفسکم) کی تفسیر میں آیاہے :

لایفتخرا حد کم بکثرۃ صلاتہ وصیامہ وزکوٰتہ ونسکہ لان اللہ عزوجل اعلم بمن اتقی:

تم میں سے کوئی بھی شخص اپنی نماز وروزہ زکوٰۃ اورمناسک حج وعمرہ کے زیادہ ہونے پرفخر نہ کرے کیونکہ خداتم میں سے پرہیزگاروں کوسب سے بہتر جانتاہے۔

امیر المؤ منین علیہ السلام ،معاویہ کے نام اپنے ایک خط میں،جس میں بہت ہی اہم مسائل تحریر کئے تھے ،فرماتے ہیں:

ولولا مانھی اللہ عنہ من تزکیۃ المرء نفسہ لذ کرز اکرفضائل جمۃ ،تعرفھا قلوب المؤ منین ، ولا تمجھاأذان السامعین

اگر یہ بات نہ ہوتی کہ خدانے خود ستائی سے منع کیاہے، توبیان کرنے والا اپنے بہت سے ایسے فضائل کوشمار کرتاجن سے آگاہ مؤمنین کے دل آشنا ہیں اور سننے والوں کے کانوں کوان کے سننے سے انکار نہیں ہے ، (بیان کرنے والے سے مراد خودامام علیہ السلام ہیں) ۔

اس سلسلہ کی ایک تفصیلی بحث جلد ۳سورہ نساء کی آ یت ۴۹ کے ذیل میں بھی آچکی ہے ۔

یہاں یہ بات واضح کئے بغیر نہیں رہا جاسکتا کہ بعض اوقات ضرور تیں اس بات کاتقاضا کرتی ہیں کہ انسان اپنے تمام امتیازات وخصوصیات کے ساتھ جواس میں پائی جاتی ہیں اپناتعارف کرائے کیونکہ اس کے بغیر مقدس اہداف ومقاصد پامال ہوجاتے ہیں اس قسم کی باتوں اورخودستائی اور تز کیہ نفس کے درمیان بہت زیادہ فرق ہے ۔

اس بات کانمونہ امام سجاد علیہ السلام کامسجد (دمشق) کاوہ خطبہ ہے ،جبکہ آپ یہ چاہتے تھے کہ اپنااوراپنے خاندان واہل بیت کا شام کے لوگوں میں تعارف کرائیں تاکہ شہدائے کربلا خارجی ہونے کے سلسلہ میں بنی امیہ کاسازشی منصوبہ ناکام ،اوران کے شیطانی منصوبے نقش برآب ہوجائیں ۔

ایک روایت میں امام صادق علیہ السلام سے بھی منقول ہواہے کہ جب لوگوں نے آپ سے خودستائی اوراپنی تعریف آپ کرنے کے بارے میںسوال کیا توآپ علیہ السلام نے فرمایا:

بعض اوقات کچھ ضرورتوں کی وجہ سے لازمی ہوجاتی ہے ۔

اوراس کے بعد آپ علیہ السلام نے ابنیاء کے کلام سے دومواقع جوقرآن میں آ ئے ہیں، استد لال میں پیش کئے ۔

پہلے یوسف علیہ السلام جنہوں نے عزیز مصر کو یہ تجویز پیش کی ،کہ وہ انہیں ملک مصر کاخزانہ دار بنائے ،توانہوں نے کہا:

انی حفیظ علیم(یوسف۔ ٥٥) ۔

میں ایک آگاہ اورصاحب علم نگہبان ہوں۔

اور دوسراخدا کے عظیم پیغمبرھود کے بارے میں جنہوں‌نے اپنی قوم کومخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

انا لکم ناصح امین(اعراف،٦٨) ۔

میں تمہارے لیے امین خیر خواہ ہوں۔ (نمونہ)

صُحف موسٰی و ابراہیم

33۔ اَفَرَءَيۡتَ الَّذِىۡ تَوَلّٰىۙ‏ ٣٣

کیا آپ نے اُس کو دیکھا جس نے منھ موڑ لیا۔

(اظھر)

34۔ وَاَعۡطٰى قَلِيۡلًا وَّاَكۡدٰى‏ ٣٤

اور تھوڑا سا دیا اور رُک گیا۔

(کیلانی)

35۔ اَعِنۡدَهٗ عِلۡمُ الۡغَيۡبِ فَهُوَ يَرٰى‏ ٣٥

کیا اُس کے پاس علمُ الغیب ہے که وہ دیکھ رہا ہے؟

(اظھر)

36۔ اَمۡ لَمۡ يُنَبَّاۡ بِمَا فِىۡ صُحُفِ مُوۡسٰىۙ‏ ٣٦

کیا جو باتیں موسیٰ کے صحیفوں میں ہیں ان کی اس کو خبر نہیں پہنچی؟

(جالندھری)

37- وَاِبۡرٰهِيۡمَ الَّذِىۡ وَفّٰىٓ ۙ ۳۷

اور ابراہیم کے (صحیفوں میں تھا) جس نے وفا کی انتہا کردی

(اسرار احمد)

اعلیٰ، 87:19 - صُحُفِ اِبۡرٰهِيۡمَ وَمُوۡسٰى ۱۹

قرآن مجید میں دو مرتبہ صحف ابرہیم و موسی کا اکٹھے ذکر آیا ہے۔ دوسرا سورہ اعلیٰ کے آخر میں۔

یہ شاید اس لیے ہو کہ اہل کتاب حضرت موسیٰؑ کو مانتے ہیں اور مشرکین مکہ حضرت ابراہیمؑ کو۔

حضرت ابراہیمؑ نے.. خدا کی راہ میں.. اپنی جان کو آگ میں ڈالا، دل کو خدا کے سامنے تسلیم کردیا، بچے کو قربانی کے لیے پیش کردیا، اور دولت کو اپنے دینی بھائیوں کے لیے نثار کردیا۔ (تفسیر نور)

ایصال ثواب

38- اَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزۡرَ اُخۡرٰىۙ ۳۸

یہ کہ کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔

(فی ظلل القرآن)

یہ آیت اپنے متن میں اتنی سخت ہے کہ قرآن میں کم سے کم پانچ مرتبہ آئی:

انعام، 6:164 - وَلَا تَكۡسِبُ كُلُّ نَفۡسٍ اِلَّا عَلَيۡهَا‌ ۚ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزۡرَ اُخۡرٰى‌ ۚ

(ہر شخص جو کچھ کماتا ہے اس کا ذمہ دار وہ خود ہے، کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھاتا)

اسراء، 17:15 - مَنِ اهۡتَدٰى فَاِنَّمَا يَهۡتَدِىۡ لِنَفۡسِهٖ‌ ۚ وَمَنۡ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيۡهَا‌ ؕ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزۡرَ اُخۡرٰى‌ ؕ

(جو شخص ہدایت اختیار کرتا ہے تو اپنے لئے اختیار کرتا ہے۔ اور جو گمراہ ہوتا ہے گمراہی کا ضرر بھی اسی کو ہوگا۔ اور کوئی شخص کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔)

فاطر، 35:18 - وَ لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزۡرَ اُخۡرٰى‌ ؕ وَاِنۡ تَدۡعُ مُثۡقَلَةٌ اِلٰى حِمۡلِهَا لَا يُحۡمَلۡ مِنۡهُ شَىۡءٌ وَّلَوۡ كَانَ ذَا قُرۡبٰى‌ ؕ

(اور کوئی اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گا۔ اور کوئی بوجھ میں دبا ہوا اپنا بوجھ بٹانے کو کسی کو بلائے تو کوئی اس میں سے کچھ نہ اٹھائے گا اگرچہ قرابت دار ہی ہو۔)

زمر، 39:7 - لَكُمْ ۖ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ ۗ ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّكُم مَّرْجِعُكُمْ فَيُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ۚ
(اور کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کابوجھ نہ اُٹھائے گا پھر تمھارے رب ہی کی طرف تمھاری واپسی ہےتو وہ تم کوبتادے گا جوتم کرتے تھے بے شک وہ دلوں کی بات کو جاننے والا ہے)

طور، 52:21 - كُلُّ امْرِئٍ بِمَا كَسَبَ رَهِينٌ ٢١
(ہر شخص اپنے کسب کے عوض رہن ہے۔)

نجم، 53:39 - *"وَأَنْ لَيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعَىٰ"*
ترجمہ: "اور انسان کو وہی ملے گا جو وہ کرتا رہا"

لقمان، 31:33 - يَوْمًا لَّا يَجْزِي وَالِدٌ عَن وَلَدِهِ وَلَا مَوْلُودٌ هُوَ جَازٍ عَن وَالِدِهِ شَيْئًا ۚ
ڈرو اُس دن سے جبکہ کوئی باپ اپنے بیٹے کی طرف سے بدلہ نہ دے گا اور نہ کوئی بیٹا ہی اپنے باپ کی طرف سے کچھ بدلہ دینے والا ہوگا۔

قابلِ توجہ بات یہ ہے کہ موجودہ تورات میں کتاب"حزقیل"میں بھی زیر بحث آیت کا کچھ مضمون آیا ہے، جواس طرح ہے :
"وہی جان جو گناہ کرے گی وہی مرے گی، بیٹا باپ کے گناہ کا بوجھ نہیں اٹھا ئے گا، اور باپ بیٹے کے گناہ کا بار نہیں اٹھائے گا ". (کتاب "حزقیل"فصل ۱۸ صفحہ ۲۰.)

یہی مفہوم خصوصیت کے ساتھ قتل کے بارے میں "تورات "کے سفر تثنیہ میں بھی آیا ہے :"باپ اولاد کے بدلے میں قتل نہیں کئے جائیں گے، اور اولاد بھی باپوں کے بدلے میں قتل نہیں کی جائیں گی ،ہر شخص اپنے گناہ کے سبب ہلاک ہو گا۔ ("تورات"سفر "تثنیہ "باب ۲۴شمارہ ۱۶)
البتہ گزشتہ انبیاء کی کتابیں مکمل طور پر اس وقت ہمارے پاس نہیں ہیں ،ورنہ اس اصل کے بارے میں بہت سی باتیں ہمیں مل جاتیں . (نمونہ)

- **قرآن مجید بلاغت سے کام لیتے ہوئے، اس طرح بیان کرتا ہے کہ جب ایک چیز بیان کر دی جاتی ہے، تو اس کے مخالف بات خودبخود اس سے عیاں ہوجاتی ہے (اسکو بولنے کی ضرورت نہیں.)**

مثال: سورہ توبہ میں نبی اکرمﷺ کو حکم دیا گیا کہ آپ منافقوں کی قبروں پر مت کھڑے ہوں، تو اس سے سمجھ لیا گیا کہ، پھر مومنوں کی قبروں پر تو لازما کھڑا ہوا جاسکتا ہے. (یعنی ان کی نماز جنازہ اور دعائے مغفرت کی جا سکتی ہے)

وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓی اَحَدٍ مِّنۡهُمۡ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمۡ عَلٰی قَبۡرِهٖ ؕ اِنَّهُمۡ كَفَرُوۡا بِاللّٰهِ وَرَسُوۡلِهٖ وَمَاتُوۡا وَهُمۡ فٰسِقُوۡنَ (توبہ، 9:84)

اور ان میں سے جو کوئی مرجائے، اس پر تم کبھی نماز نہ پڑھو اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہو بے شک انھوں نے اللہ اور اس کے رسول کا انکار کیا اور وہ اس حال میں مرے کہ وہ نافرمان تھے—

2. **حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جب اللہ نے آزمایا اور وہ پاس ہوگئے تو انھیں "امامت" کے رتبے پر فائز کیا گیا، جب ابراہیمؑ نے بولا یہ رتبہ میری اولاد کو بھی ملیگا، تو اللہ نے فرمایا: "یہ رتبہ ظالموں تک نہیں پہنچے گا.". اس سے یہ بات اخذ کرلی گی کہ، پہنچے گا ضرور پر اولاد میں سے ظالموں تک نہیں پہنچے گا.**

۞ وَاِذِ ابۡتَلٰٓی اِبۡرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ ؕ قَالَ اِنِّیۡ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ؕ قَالَ وَمِنۡ ذُرِّیَّتِیۡ ؕ قَالَ لَا یَنَالُ عَهۡدِی الظّٰلِمِیۡنَ ١٢٤ (بقرہ، 2:124)

اور جب ابراہیم کو اس کے رب نے کئی باتوں میں آزمایا تو اس نے پورا کردکھایا اللہ نے کہا میں تم کو سب لوگوں کا امام بناؤں گا ابراہیم نے کہا: اور میری اولاد میں سے بھی اللہ نے کہا: میرا وعدہ ظالموں تک نہیں پہنچتا.

- **کچھ اسی طرح یہ والی آیت بھی ہے کہ: کوئی وزن اٹھانے والا کسی کا وزن نہیں اٹھائیگا. یہاں صریحاً برے اعمال یا گناہوں کی بات نہیں ہو رہی. پر مطلقاً وزن اٹھانے کی بات ہورہی. اس سے اگر ہم صرف گناہ مراد لیتے ہیں، تو اس سے نیک اعمال بھی مراد کیوں**

نہیں لیتے؟ جب کہ اس میں بھی منطق وہی ہے، عمل ایک کا ہے تو اجر دوسرے کو کیسے ملے؟ (یعنی ایصال ثواب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے)

اگر کوئی بندہ گناہ کرتا ہے تو وہ دوسرے پر نہیں ڈال سکتا، یا اسے نہیں بخشوا سکتا تو پھر کوئی بندہ نیک عمل کرتا ہے تو وہ اس کا اجر دوسرے ملتا؟ کیا قرآن میں اس حوالے سے کوئی استثناء ہے؟؟ جبکہ قرآن کے واضح الفاظ تو یہی ہیں، کوئی کسی کا وزن نہیں اٹھائیگا۔

📖 قرآن اس طریقہ سے نہ صر ف مشرک عرب کے عقیدہ کی جو زمانہ جاہلیت میں رکھتے تھے کہ ایک انسان دوسرے کے گناہوں کو اپنے ذمہ لے سکتا ہے، نفی کر رہا ہے، بلکہ اس مشہور اعتقاد پر بھی، جو عیسائیوں کے درمیان رائج تھا اور اب بھی ہے، کہ خدا نے اپنے بیٹے مسیح کودنیا میں اس لیی بھیجا تاکہ وہ سولی پرچڑھ جائے اور آزاد وتکلیف اٹھائے اور گنہگاروں کے گناہ کابوجھ اپنے کندھے پر لے لے، خط تنسیخ کھینچ رہاہے ۔

یہ اسلامی عقیدہ اس بات کی سبب بنتا ہے،کہ انسان خرافات کی طرف پناہ لینے، یا اپنا گناہ کسی اور کی گردن میں ڈالنے کے بجائے، اعمال خیر کے لیے سعی و کوشش اور جدوجہد کرے، اور گناہ سے پرہیزکرے، اور جب کبھی اس سے کوئی لغزش ہوجائے اوراس سے کوئی خط سر زد ہوجائے تو واپس لوٹے اور توبہ کرے اور تلافی مافات کرے ۔ (نمونہ)

✎ یعنی گناہوں کے بارے میں تو ہم اتنے سخت ہے کہ اسے دور جاہلیت کی باتیں کہتے، جس پر اسلام نے خط بطلان کھینچا. پر نیکیوں کی جب بات آتی تو راء مختلف ہوجاتی. ایسا کیوں؟

بہرحال مختلف مکتب فکر میں اس بارے میں (ایصال ثواب کے حوالے سے) مختلف راء ہے، کوئی کہتا ہر عمل پہنچ جاتا ہے، اور کوئی بدنی اور مالی عبادت میں تفریق کرتا اور کہتا ایک پہنچتا دوسرا نہیں پہنچتا. کوئی کہتا، ختم قرآن اور ختم شریف جیسے عمل نبی اکرمﷺ کے دور میں نہیں تھے، اس لیے یہ درست بھی نہیں. وغیرہ

✎ مفسر کوثر "علامہ محسن نجفی" اس بارے میں لکھتے ہیں:

🕮 اس آیت کا تعلق ثواب و عقاب آخرت سے ہے کہ ایک شخص کا عمل دوسرے شخص کے کام نہیں آئے گا. اس صورت میں یہ سوالات اٹھاتے ہیں کہ اگر ایک شخص کا عمل دوسرے کو فائدہ نہیں دے سکتا تو پھر ایصال ثواب کے اعمال، شفاعت، دعائے استغفار، حج بدل، تلاوت قرآن کا ثواب ہدیہ کرنا، میت کی نماز، روزے کی قضا وغیرہ کا کیا حکم ہے؟

جواب یہ ہے کہ شفاعت، دوسرے کی دعا سے فائدہ ملنا وغیرہ، چند شرائط کے ساتھ مشروط ہے. بلا عمل وہ دیگر لوگوں کے عمل سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے. بدعمل کی شفاعت نہیں ہوتی. اس کے حق میں دعا قبول نہیں ہوتی. تلاوت قرآن کا ثواب اسے نہیں ملتا جو قرآن کو پس پشت ڈالتا رہا ہو. ان مذکورہ تمام امور میں

دوسرے شخص کے عمل سے فائدہ ملنے کے لیے بھی عمل شرط ہے۔

درحقیقت ایصال ثواب وغیرہ میں دو اشخاص کے عمل کو دخل ہے۔ ایصال کرنے والا عمل کے اعتبار سے اس قابل ہو کہ اللہ اس کی خواہش پوری کرے اور جسے ایصال کرنا ہے وہ بھی عمل کے اعتبار سے اس قابل ہو کہ ایصال ثواب اسے مل سکے۔ اگر یہ دونوں عمل کے لحاظ سے قابل اعتنا نہ ہوں تو مذکورہ تمام اعمال کا اسے فائدہ نہیں ملے گا۔ (کوثر)

- یہاں تک جو انہوں نے بات کہی، اس میں ایک نہیں دو دو شرطیں لگائی ہیں، کہ یہ شرائط پوری ہوں گی تو ایصال ثواب پہنچے گا ورنہ نہیں پہنچے گا۔

پہلی شرط، ثواب ہدیہ کرنے والے پر، کہ اس کا یہ عمل ایک دعا کی مانند ہے کہ وہ ایک عمل کرتا ہے اور اللہ سے دعا کرتا ہے کہ اسکا ثواب نیک مومن بھائی تک پہنچا دیا جائے۔ اور اللہ نے اگر چاہا تو اسکی دعا مستجاب ہوگی، اور مستجاب کی ایک وجہ یہ بن سکتی کہ یہ بندہ اپنے مومن بھائی کا خیرخواہ ہے۔ (اور اللہ کو یہ بہت پسند ہے کہ جب اللہ کو بندوں کا خیال رکھا جائے) اس میں بھی یہ اسکی اپنی نیکی کاؤنٹ ہوگی، اور اللہ کا اگر فضل رہا تو کیا دعا مستجاب کی شکل میں دوسرے تک بھی پہنچ جائے گا۔ (یعنی ایک قسم سے یہ شفاعت ہے – یعنی دوسرے کی دعا سے فائدہ ملنا)

دوسری شرط یہ کہ: <u>جس کو ہدیہ کیا جا رہا وہ اس لائق ہو!</u> یعنی آسان الفاظ میں بالکل ایسے ہی جیسے بدعمل کے لیے شفاعت نہیں تو بدعمل کے لیے ایصال ثواب بھی نہیں۔

- **ایصال ثواب میں فقہ جعفری کے مطابق بدنی اورمالی عبادات میں فرق نہیں ہے۔ ہر نیک عمل کا ایصال ثواب کیا جاتا۔۔**
فقہ مالکی و شافعی میں خالص بدنی عبادت جیسے نماز، روزہ، تلاوت کا ثواب دوسرے کو نہیں پہنچتا۔ صرف مالی عبادات جیسے صدقہ اور مالی و بدنی مرکب جیسے حج کا ثواب دوسرے کو پہنچ سکتا ہے۔
فقہ حنفی کا موقف اس مسئلے میں فقہ جعفری کی طرح ہے۔
(کوثر)

- **علامہ مودودی نے ایصال ثواب پر عقلی و نقلی دلائل دیے، اور کافی تفصیل سے بات کی۔ (دیکھیں: تفہیم القرآن)**

آئیے کچھ غور کرتے ہیں!

- *(اس بارے میں میرے راء کوئی معنی نہیں رکھتی۔ لیکن میں خود اپنے اصلاح کے خاطر اور سمجھنے کے خاطر نیچے کی کچھ سطور لکھ رہا ہوں۔ کیوں کہ جب بندہ قلم ہاتھ میں اٹھاتا ہے، اور مخلص ہوکر قرآن میں تدبر و غور و فکر کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ توفیق بھی شامل ہوہی جاتی۔ (الحمد اللہ، انشاء اللہ))*

☜ **1. پہلی بات** تو یہی نکل کے آتی کہ۔ "کوئی کسی کا بوجھ نہیں اٹھائے گا"، (چاہے گناہ کے معاملے میں ہوں یا ثواب کے معاملے میں) جو قرآن کی آیت ہے اور بہت loud and clear ہے۔
یہ آیت اگر ایک بار ہوتی، تب بھی کافی تھی، پر اسکا کم سے کم پانچ بار آنا۔ اسکی شدت میں اور بھی اضافہ کردیتا ہے۔ کہ ایسا ہی ہے کوئی کسی کا بوجھ نہیں اٹھائے گا!

☜ مفسر کوثر نے سورہ فاطر آیت 18 کے تحت کچھ غور طلب باتیں کی ہیں:

🕮 وَ مَن تَزَکّٰی فَاِنَّمَا یَتَزَکّٰی لِنَفسِہٖ :جو اللہ کی اطاعت کر کے اپنے نفس کو گناہ کی پلیدی سے پاک کر دیتا ہے، اس کا فائدہ خود اسی کو پہنچتا ہے۔ اگر کوئی ہستی انسان کو پاکیزگی کی دعوت دیتی ہے تو یہ دعوت اس انسان کے حق میں ہوتی ہے۔ (کوثر)

☜ **2. دوسری بات:** بندہ اپنے مومن بھائی کے لیے دعا تو کر سکتا ہے۔ (چاہے زندہ کے لیے کرے یا مرنے والوں کے لیے) جو کہ قرآن سے ثابت ہے:

رَبَّنَا اغفِر لِی وَلِوَالِدَیَّ وَلِلمُؤمِنِینَ یَومَ یَقُومُ الحِسَابُ (ابراہیم: 14:41)

پروردگار، مجھے اور میرے والدین کو اور سب ایمان لانے والوں کو اس دن معاف کر دیجیو جبکہ حساب قائم ہوگا"۔

تو اس طرح، کسی کے لیے دعا کرنا تو عین جائز ہے، چاہے مغفرت کے لیے ہو یا کسی اور حوالے سے ہو۔ بلکہ یہ تو احسن عمل ہے، اور اسلام میں اس کی تاکید ہے۔ اور بیبی فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا

کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ انہوں نے زندگی میں کبھی اپنے لیے دعا کی ہی نہیں، پر ہمیشہ دوسروں کے لیے کی۔

- دعا ایک عبادت ہے، اور اس معاملے میں بھی بندہ اللہ ہی سے کرتا ہے۔ (اور اللہ تعالیٰ قبول کرے یا نہ کرے یہ still اللہ تعالیٰ ہی کے اختیار میں ہے)

اور جیسا کہ مفسر کوثر نے لکھا ہے: یہ دو بندوں کا معاملہ ہے، ایک دعا کرنے والے کی دعا قبول ہو، دوسرا جس کے لیے کی جارہی وہ اسکا اہل بھی ہو۔ (دونوں شرطیں پوری ہوں گی تو کچھ ہوسکتا) ورنہ حضرت نوحؑ کی دعا اپنے بیٹے کے حق میں اللہ نے رد کردی تھی۔ حضرت نوحؑ نے کہا "یہ میرا اہل ہے"۔ اللہ نے جواب دیا "نہیں ہے!" (سورہ ھود، 45-46)

بہرحال، دعا کا معاملہ الگ ہے، دعا خود اس زندہ بندے کی عبادت ہے۔ اور اُسی کی کائونٹ ہوگی، اور اُسی کو ثواب ملیگا۔ (چاہے literally قبول ہو یا نہ ہو)

☜ 3. واجب الادا عمل:

(یہ پوائنٹ تھوڑی مشکل ہے، (اور یہ سب کچھ لکھنے کی ابتدا میں) اسکے بارے میں پوری طرح کلیئر نہیں۔)

مالی عبادات:

چند ایک کام تو ایسے ہیں، جو عقل مانتی ہے کہ لازمی ہونے چاہیے، اگر نہ ہوں تو معاشرہ کی اصلاح نہیں ہوتی (بلکہ فساد ہوتا ہے)

ایک یہ کہ اگر کسی نے کوئی قرضہ لیا ہو، اور ادا کیے بغیر مر جائے۔ تو اُس کے عزیز و اقارب، یا دوست احباب (یا کوئی بھی) ادا کر دے، تو احسن ہے۔ یہ عمل معاشرہ کی اصلاح کے لیے ضروری بھی ہے۔ اور اگر نہ کیا جائے تو جس نے قرضہ دیا اس کا بہت نقصان ہوسکتا ہے اور اس روش سے کوئی کسی کو قرض دینے پر آمادہ نہ ہوگا کہ لینے والا اگر مرگیا تو پھر کیا؟

اس لیے مالی طور پر، اس کے "مالِ ترکہ" میں سے "قرض"، "خمس و زکوٰۃ"، کفارات، یا "مظالم" - کسی کا حق مارا ہو، وہ سب ادا کرنا ضروری ہیں۔

اس کے بعد شرعی حدود میں رہتے ہوئے اس کی وصیت کی تکمیل ہو۔

? پر اگر اس نے اتنا مال نہیں چھوڑا کہ اس کے ان چیزوں کا حق ادا کیا جا سکے... اور کوئی دوسرا اگر اپنے پیسوں سے اس کا قرضہ، کفارات مظالم وغیرہ ادا کرتا ہے تو پھر اللہ بہتر جانتا ہے۔ ادا کرنے والے کا ثواب اپنا ثواب تو ہے، پر مرحوم کو کیا اسے فائدہ ہوگا؟ جبکہ قرآن کی آیت نہیں بھولنی چاہیے، اَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزرَ اُخرٰی۔

عین ممکن ہے ایسا کرنا مرحوم کے لیے "دعاء مغفرت" کا درجہ رکھتا ہو۔

? یہ مالی عبادات کی بات تھی، پر بدنی عبادات کیا ادا ہوتی ہیں؟

بدنی عبادات:

فقہ جعفریہ کے نزدیک مرحوم باپ کی قضا نماز اور روزے بڑے بیٹے پر فرض ہوتے ہیں۔ یہاں تک تو ٹھیک ہے، عین ممکن ہے یہ اصول ہو، کہ first born son پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے پہلا بیٹ ہونے کی وجہ سے۔
(اور پہلے بیٹے کی غیر موجودگی میں، (یعنی اگر فوت ہوچکا، یا مسلمان نہ ہو، یا دیوانہ ہو، یا معذوری ہو وغیرہ..)
تو دوسرے بیٹے، یا بیٹی یا عزیز و اقارب میں سے کوئی بھی (بھانجا، بھتیجا...) کر تو سکتا ہے، پر یہ "البتہ فقھی لحاظ سے وہ واجب ذمہ داری نہیں ہو گی، بلکہ مستحب اور باعثِ ثواب عمل ہو گا۔"
(یہ بات بھی صرف حسن ظن کے تحت کی گئی ہے تاکہ بہرحال مرحوم کے واجبات و قرض وغیرہ ادا ہوجائیں۔ اور اس کے پیچھے بھی حکمت، صرف "دعا مغفرت" کی بنیاد پر ہے۔ یعنی کوئی یہ سب کر کے عملی طور پر اللہ سے دعا کرتا ہے کہ یا اللہ ہم نے اس کے حقوق ادا کردیے ہیں، بس تو اسے معاف کردیو!)

⇦ **"بدنی عبادت" میں یہ بات یہیں پر ختم ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ " اَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزرَ اُخرٰی" کے تحت کوئی شخص کسی کے لیے کچھ نہیں کر سکتا۔**

کیونکہ بدنی عبادت کے پیچھے ایک حکمت یہ بھی کارفرما ہے کہ وہ صرف "اسی بدن" کے لیے ہے جس نے اس کو "ادا" کیا ہے۔ اور دوسرا اس کا مقصد "اللہ کی یاد" ہے، جو وقت کے ساتھ مربوط ہے۔

- یعنی بدنی عبادت میں اگر "عبادت" سے کوئی فائدہ ہے، تو اسی بدن کے لیے ہے جس نے اس کو ادا کیا۔
- بدنی عبادت میں اسے ادا کرنے میں جو زحمت و تکلیف بندہ اٹھاتا ہے، وہ وہی اٹھاتا ہے جس نے اس کو ادا کیا۔
- اور بدنی عبادت کا مقصد اللہ کی یاد ہے تو وہ اس نے کیا جس نے ادا کیا۔

اگر آدھی رات کو اٹھ کر تہجد میں پڑھوں، اپنی پیاری نیند میں خراب کروں، سردی میں ٹھنڈے پانی میں میں ہاتھ ڈالوں، گرمی میں روزے میں رکھوں... اور ثواب دوسرے کو ملے... یہ تو سیدھا سیدھا " اَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزرَ اُخرٰی" کے زمرہ میں آتا ہے۔ یعنی کوئی کسے دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھاتا۔

یعنی اللہ پاک نے جو عبادات و احکامات رکھے ہیں وہ اُس مسلمان کے لیے جو زندہ ہے، اور خود ادا کرے۔
اور اگر میں کہوں، نہیں میں ادا نہیں کر رہا، میرے مرنے کے بعد بس دوسرے یہ سارے امور میرے ادا کردیں۔ یہ تو پھر اس آیت "اَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزرَ اُخرٰی" کی کھلم کھلا خلاف ورزی ہے۔ پھر تو کسی امیر یا طاقتور بندے کو خود سے کچھ کرنے کی ضرورت ہی نہیں ہے، وہ پھر جیتے جی اور مرنے کے بعد بھی لوگوں کو کرائے پر رکھ کر اپنے عبادات کو ادا کرواسکتا ہے۔

واجب ادائیگی میں دو پہلو ہیں:

- یہاں پر یہ مفروضہ بنایا جاسکتا ہے کہ: سارے واجب الادا امور میں دو چیزیں مضمر ہوتی ہیں۔ ایک تو اسکا ادا کرنا واجب ہوتا

ہے، دوسرا اُس کے ادا کرنے سے "ثواب" ملتا ہے – یعنی بونس پوائنٹس/اللہ کی طرف سے گفٹ کہہ لیں۔ (اور بونس پوائنٹس حسبِ کوالٹی ہوتا، کہ کس کنڈیشن میں، کس عمر میں، کس تکلیف میں، کس مشقت کے ساتھ، کس خشوع و خضوع کے ساتھ ادا کیا گیا۔ اب ظاہر سی بات ہے جو "بدن" اب زندہ رہا نہیں، اس نے مشقت کی نہیں، اس نے خشوع و حضوع کیا نہیں، تو پھر بات یہیں پر اس کے لیے doubtful ہوجاتی)۔

پر اگر جو واجب ادا نہیں کرتا، اُس کے ساتھ دو چیزیں ہوتی ہیں۔ ایک تو ثواب نہیں ملتا (ظاہر ہے)، دوسرا ادا نہ کرنے کی نافرمانی کرکے اسے گناہ ملتا ہے – یعنی نیگیٹِو پوائنٹس۔

(کیونکہ واجب الادا امور لازمی ادا کرنے ہیں، نا کرنے پر گناہ ہے، تو یہ گناہ سمجھ لیں negative points ہیں، اور ثواب positive points.)

اب بڑا بیٹا اگر مرحوم باپ کے واجبات اگر خود ادا کردیتا ہے تو اس سے مرنے والے کا واجب تو "ادا" ہوجاتا ہے، پر (عقل کہتی کہ مرحوم کو) اسے ثواب نہیں ملتا۔ یعنی مرحوم صرف نیگیٹو پوائنٹس سے بچ جاتا ہے (اس کے behalf پر ادائیگی سے)۔ پر "ثواب" اُسی کو ملتا جس نے ادا کیا (جوبڑا بیٹے پر عائد ہے۔)

- یعنی اگر بڑا بیٹا اپنے مرحوم والد کی واجب نماز (جو قضا ہوگئی) ادا کردے۔ تو ثواب بیٹے کو ملیگا اور قضا والد کی ادا ہوجائیگی۔ یعنی اسکا گناہ (انشاء اللہ) نہیں ملیگا۔

? کیا مستحب عمل کا بھی ثواب مرحوم کو پہنچتا ہے؟

✎ اس میں بھی "بدنی" و "مالی" دو پہلو ہیں۔

مالی عبادات کا قرآن میں کافی تاکید ہے، انفاق کرنے پر، کھانا کھلانے پر۔ کیوں کہ "مال" کے "خرچ" کرنے پر معاشرے کی اصلاح ہے۔ اس لیے مرحوم کے نام پر جو بھی صدقہ، خیرات، کھانا کھلانا، غریب کو کپڑے پہنانا، یا نلکہ لگوانا، وغیرہ کیا جائے، تو یہ احسن ہے۔ کہ بندہ ویسے خرچ نہ کرے پر چلو اس بہانے ہی کرلے۔

پر اس کا ثواب "ایصال ثواب" کے طور مرحوم کو ملتا یا نہیں ملتا، اس حوالے سے قرآن و حدیث کی روشنی میں دلیل چاہیے ہوگی۔

قرآن میں "ایصال ثواب" پر کوئی آیت نہیں، جتنی آیات تھی، وہ اوپر کراس ریفرنس میں پیش کردی گئی ہیں۔ اور زیادہ تر آیات یہی کہتی کہ ... کوئی کسی کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔

ہم اپنے "حسن ظن" کے تحت اپنے مرحومین کی مغفرت کے لیے ایسا کر رہے ہے، اور ہر "مالی" نیکی کا کام اپنی جگہ اچھا ہی ہے، مرحوم کو ثواب ملے نہ ملے، پر کرنے والے کے ہاتھوں تو اسکی اپنی نیکی تو بنتی ہی ہے۔

مستحب بدنی عبادات؟

(میرے نزدیک) نہیں! مستحب عمل کے لیے نہیں پہنچتا، مستحب عمل صرف ثواب کے خاطر ہوتا ہے۔ (وہ کوئی واجب الادا چیز نہیں) "ثواب مُردے کو نہیں پہنچتا۔" (یہ ہم اوپر غور کر آئے) اسکو نہ ثواب پہنچتا ہے نہ گناہ۔(اَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزرَ اُخرٰىۙ)

"ثواب" مردے کو "واجب" کا بھی نہیں پہنچتا تو مستحب کا کیونکر۔

باقی جو عمل اسکے ذمہ تھا ہی نہیں تو وہ ادا بھی نہیں کیا جاسکتا۔ (یعنی سارے مستحبات کسی کے ذمہ نہیں ہوتے۔ وہ واجب/فرض نہیں ہوتے)۔ اس لیے کوئی مستحب عمل کسی مردہ کے لیے کرکے بخشوا نہیں سکتے۔ (واللہ اعلم)

صدقہ جاریہ:

✎ آخر میں اس بات کو بھی نہیں بھولنا چاہیے کہ صدقہ جاریہ تو اپنی جگہ ایک چیز لازمی ہے، اسکا ثواب بھی مرحوم کو ملتا رہتا (جب تک وہ چیز قائم ہے)

اور صدقہ جاریہ میں سب سے پہلی چیز تو وہ ہے جو مرحوم نے خود اپنی زندگی میں شروع کی۔

اس نے خود کنواں کھدوایا، مسجد تعمیر کروائی، قرآن و دینی کتابیں تقسیم کیں، یتیم خانہ کھولا، یا اسپتال تعمیر کی، درخت اگایا... یا کوئی بھی نیکی کا کام کیا، جو اس کے مرنے کے بعد بھی لوگ اس سے مستفید ہوتے رہے، تو اس کا ثواب یقینا اسے پہنچے گا۔

پر کوئی اور یہ سب کام کرے، اور نیت کرے کے اس کا ثواب مرحوم کو پہنچے، تو یہ میرے نزدیک عقلی طور پر درست نہیں ہوسکتا، بلکہ قرآن کی اس آیت کے خلاف جاتا " .(اَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزرَ اُخرٰی) قرآن میں تو نہیں، بلکہ غالبا حدیث میں بھی ایسی کوئی عمل سنت سے ثابت نہیں ہوتا۔

پر "نیک اولاد" خود اپنے آپ میں "صدقہ جاریہ" ہے، تو وہ جو بھی نیک کام کرے گی، اس حساب سے اسکا "کچھ" ثواب مرحوم والد، بلکہ والد کے والد (اور یہ چین اوپر اس والد تک جا سکتی ہے جو مسلمان ہو) تک پہنچ سکتا ہے۔

اور یہ سورہ طور کی اس آیت کا مفہوم بھی ہوسکتا:

وَالَّذِينَ اٰمَنُوا وَاتَّبَعَتهُم ذُرِّيَّتُهُم بِاِيمَانٍ اَلحَقنَا بِهِم ذُرِّيَّتَهُم وَمَا اَلَتنٰهُم مِّن عَمَلِهِم مِّن شَیءٍ ۚ كُلُّ امرِیءٍ بِمَا كَسَبَ رَهِينٌ ٢١

اور جو لوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد بھی (راہ) ایمان میں ان کے پیچھے چلی۔ ہم ان کی اولاد کو بھی ان (کے درجے) تک پہنچا دیں گے اور ان کے اعمال میں سے کچھ کم نہ کریں گے۔ ہر شخص اپنے اعمال میں پھنسا ہوا ہے۔

(حالانکہ اس آیت میں بھی، ہم نیچے سے اوپر جارہے، اور اللہ تعالٰی اوپر سے نیچے کی بات کر رہیں۔ اللہ پاک فرما رہے، "تم" نیک بنو، تم نیک ہوئے تو تمہاری نیک اولاد کو بھی تم سے ملادے گا۔
اور ہم کہہ رہے، ہم بھلے اگر ٹیڑھے ہوں، پر ہماری اولاد نیک ہوئی تو ہمیں ثواب ملے گا... اللہ تعالٰی آپ کو "دوسروں " کے آسرے پر نہیں چھوڑ رہا، چاہے اولاد ہی کیوں نہ ہو، اس کے لیے سورہ لقمان کی آیت پڑھ لیں، نہ باپ بیٹے کے کام آئے گا، نہ بیٹا باپ کے۔ اور اس آیت کے آخر میں بھی فرمایا: ہر شخص صرف "پنی کمائی ہوئی" چیز میں رہن ہے۔ تم نے کیا کمایا یہ بتاؤ؟)

بہرحال، ہر نیکی کا کام جو "اولاد" سر انجام دے گی، وہ چاہے "ایصال ثواب" کی نیت سے کرے یہ ایصال ثواب کی نیت سے نہ

کرے، پر چونکہ وہ انکی اپنی نیکی ہے، اور نیک اولاد کی نیکی خود صدقہ جاریہ ہے، تو اس مناسبت سے والدین کو اپنی نیک اولاد کی نیکی کا فائدہ ضرور ہوگا (ہوسکتا)۔

Summary:

- غور کرنے پر ہم اس مقام پر پہنچے ہیں کہ:

- مالی واجب الادا چیزیں، مرحوم کی اسی کے مالِ ترکہ میں سے ادا کرنا ضروری ہیں۔

- بدنی واجب الادا چیزیں (جو قضا ہوگئیں)، صرف بڑے بیٹے پر ضروری ہے۔ (اگرچہ قرآن میں صریحا حکم نہیں ہے، پر اولاد کا اپنے باپ کے مغفرت کے خاطر حسن ظن رکھتے ہوئے، دعائے مغفرت کے طور پر کرنا صحیح ہوسکتا۔)

- مستحب مالی عبادت، اگرچہ اچھی چیز ہے، پر ایصال ثواب ہوتا کہ نہیں واللہ اعلم۔

- مستحب بدنی عبادت صریحا نہیں ہوسکتی، کہ یہ بات اس آیت کے صریحا خلاف ہوگی: اَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزرَ اُخرٰی، اور اللہ یہ بھی فرماتا ہے کہ : - كُلُّ امرِیءٍ بِمَا كَسَبَ رَهِینٌ ٢١(ہر شخص اپنے کسب کے عوض رہن ہے)۔ کہ یہ بھی ہوگئی تو پھر اس آیت کا کوئی پرکٹیکلی مفہوم ہی نہیں بچتا۔

☜ اس مناسبت سے "فاتح خوانی"، تسبیح خوانی، اس طرح ہر مستحب بدنی عبادت کا خود قرآنی آیات کی روشنی میں کوئی ثبوت نہیں۔ پر اگر اولاد خود کرتی ہے، تو شاید کچھ "صدقہ جاریہ" کے زمرہ میں کچھ بات ہو۔
پر اگر کوئی اور سورۃ پڑھ کر (سور فاتح اور تین قل وغیرہ) پڑھ کر "دعاء مغفرت" کرتا ہے تو وہ "دعا مغفرت" ہی کاؤنٹ ہوگی، کہ خالی دعا کرنے سے بہتر ہے قرآن کی پڑھ کر دعا کی جائے۔ (یعنی دعا کے اداب میں قرآن کی تلاوت کرکے کسے کے لیے دعاء مغفرت کی جائے تو یہ بہتر عمل ہے، جس سے دعا کے استیجاب کے چانسس بڑھ جاتے۔)

☜ کسی مردہ کے اوپر یا قبر کے پاس، قرآن کی تلاوت کرنے سے بھی، اس کا ثواب اُس تک غالبا نہیں پہنچتا!
(قرآن کی تلاوت کا بنیاد مقصد تو بہرحال "اس پر عمل کرنا ہے" اور لفظ "تلاوت" کا لغوی مطلب ہی، "پیچھے آنا"، "اتباع کرنا ہے"، جو ہم سورہ شمس میں پڑھ کر آئے۔ اب مرحوم جب زندہ رہا نہیں تو قرآن کو سن پر اس پر عمل کیسے کرے گا؟)
پر قرآن کی تلاوت سے جو رحمت اور برکات، اللہ کی طرف سے پڑھنے والے پر نازل ہوتی ہیں، تو اس کی رحمت و برکت سے ارد گرد کا ماحول بھی مستفید ہوسکتا ہے۔ (کہ اللہ کی رحمت "وسعت کل شی" ہے۔)
جیسے سورۃ صافات کے "فضیلت" میں بیان ہوا کہ جب سکرات کا وقت آجائے تو سورہ صافات کی تلاوت اس کے اوپر کرنی چاہیے۔
اور خود "سکراۃ" کا ذکر سورہ "ق" میں آیا ہے

"وَجَاءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ۖ ذَٰلِكَ مَا كُنتَ مِنْهُ تَحِيدُ" (سورۃ ق، آیت 19)

"اور موت کی بے ہوشی (یعنی موت کی سختی) حق کے ساتھ آ پہنچی، یہی وہ چیز ہے جس سے تُو بھاگ رہا تھا۔"

اور سکرات والے بندے کے اوپر کسی سورۃِ قرآنی کی تلاوت کا اصل مقصد یہی ہے/تھا کہ اس سورۃ میں جو اللہ کا ذکر ہورہا ہے، بندہ اس کو یاد کرے، اور اب تک اگر گمراہی میں رہا تو کم سے کم اب اس حالت میں اللہ کی بڑائی کو اپنے دل سے تسلیم کرے، اور اللہ کے آگے سربسجود ہوجائے۔ اور توبہ کرے، عین ممکن ہے اللہ اس کی توبہ اس حالت میں بھی قبول کرلے کہ وہ بہت رحمٰن و رحیم ہے۔
پر یہ سب عملی طور پر تبھی ہوگا، جب بندہ عربی جانتا ہوگا، سمجھتا ہوگا۔ (ورنہ یہ مقصد بھی اس کے لیے مفقود ہوجاتا۔)

✎ باقی آجکل، کچھ لوگ قبروں کے اوپر آڈیو ریکارڈنگ چلا کر چھوڑ دیتے، جو سور پر چارج ہوتی، اور دن رات چلتی رہتی۔ اب اس پر تو فرشتہ بھی پریشان ہوں گے۔ کہ دنیا تو "انسان" و "جنات" کے اعمال کے محاسبہ کے لیے تھی، پر انسانوں نے تو "ایصال ثواب" کے لیے بھی اب روبوٹس چلا کر چھوڑ دیے ہیں۔ جو ان کے لیے اب روزے بھی رکھتے، نمازیں بھی پڑھتے، اور سارا سارا دن بغیر وقفے کے قرآن کی تلاوت بھی کرتے ہیں۔ (قرآن تو خود انسان کے پڑھنے، غور و فکر کرنے اور عمل کے لیے تھا، نہ کہ تبرک کے لیے وہ بھی جو مشین کرے۔)

39۔ وَاَنۡ لَّيۡسَ لِلۡاِنۡسَانِ اِلَّا مَا سَعٰىۙ ٣٩

اور یہ کہ انسان کے لیے نہیں ہے مگر وہی جس کی اس نے سعی کی۔
— (اظھر)

✎ یہ آیت، اوپر والی پوری بات کو ہی سمرائیز کر کے کلیئر کر دیتی ہے۔ انسان کی صرف "اپنی کوشش" ہی اس کے لیے ہے۔ میری کوشش کا اجر دوسرے تک کیسے، اور دوسرے کی کوشش مجھ تک کیسے پہنچ سکتی ہے؟

40۔ وَاَنَّ سَعۡيَهٗ سَوۡفَ يُرٰى ٤٠

اور یہ کہ اس کی کوشش عنقریب دیکھی جائے گی۔
(بلاغ القرآن)

41۔ ثُمَّ يُجۡزٰٮهُ الۡجَزَآءَ الۡاَوۡفٰىۙ ٤١

پھر اسے پورا پورا بدلہ دیا جائیگا۔
(اظھر)

✎ اللہ پاک اپنے الفاظوں کو بدل بدل کر پیش کرتا ہے۔ تاکہ انکا معنیٰ مفہوم سمجھ میں آسکے۔ اگر ایک آیت میں اسکو سمجھنا مشکل ہو رہا ہو (جیسے: وَفِرۡعَوۡنَ ذِى الۡاَوۡتَادِ (فجر)) تو وہی الفاظ دوسری آیت میں بھی فرماتا (جیسے: وَّالۡجِبَالَ اَوۡتَادًا (نبا)) تاکہ لفظوں کا معنیٰ سمجھ میں آسکے اور آیتوں کا مفہوم سمجھ میں آسکے۔
"بدلہ پورا پورا" ملے گا، پر صرف اسی کا جو اس نے "خود کوشش کی"، اور انسان کے لیے نہیں ہے مگر "صرف وہی جس کی وہ خود کوشش کرتا ہے"، "اور کوئی کسی کا بوجھ نہیں اٹھاتا"۔"

✐ اس آیت میں اللہ تعالیٰ لفظ "اوفٰی" استعمال کرتے ہیں، یہ وہی لفظ ہے جو چند آیات پہلے حضرت ابراہیمؑ کے لیے آیا تھا.
اب چونکہ سورة کا آخر ہے تو آیات کے الفاظ سورہ کی شروع کی آیات سے میچ کھاتے نظر آئیں گے.
اور یہ قرآن کا ایک اسٹائل ہے کہ سورتوں کی introductory آیات، سورت کے ending آیات کے ساتھ تطبیق رکھتی ہیں.

42۔ وَاَنَّ اِلٰى رَبِّكَ الْمُنْتَهٰى ۙ ٤٢

اور یہ کہ سب کی انتہا آپ کے رب کی طرف ہے۔

(محمد حسین نجفی*)

✐ لفظ منتھٰی، ہم شروع میں سدرة المنتھٰی میں پڑھ کر آئے۔

درسِ سورة

✐ انسان کے بس میں صرف سعی و کوشش ہے، وہ کبیرہ گناہوں سے بچتے ہوئے (الذين يجتنبون كبائر الإثم والفواحش)، خود کو تکبر اور خودنمائی سے بچاتے ہوئے (فلا تزكوا أنفسكم)، نیک عمل میں سعی و کوشش کرتے ہوے. جبکہ: وہی رلاتا ہے، وہی ہنساتا ہے، وہی مارتا ہے اور زندہ کرتا ہے، ذرا دیکھو تو تم کیا تھے، ایک نطفہ، ایک بوند جو جوڑے سے پیدا ہوئے، بس پھر اپنی خلقت کی ابتداء کو دیکھو اور ناک اٹھا کر تکبر نہ کرو (سٰمدون) اور اللہ کے سامنے سجدہ ریز ہوجائو (آخری آیت)، وہی یقیناً تمہارا اللہ ہے، ایک دن وہی تمہیں تمہاری سعی کا اجر دینے والا ہے (ثم يجزاه الجزاء الأوفى)، پر تھوڑا صبر سے کام لینا پڑےگا (وأن سعيه سوف يرى)،

اور بالآخر ہر چیز کی انتہا تو اللہ ہی کی طرف ہے، بچ کے تو ویسے بھی کہیں نہیں جانا، جانا تو اسی کے پاس ہے (وأن إلى ربك المنتهى)۔

بیشک وہی ہے

43۔ وَاَنَّهٗ هُوَ اَضۡحَكَ وَاَبۡكٰىۙ ٤٣

اور بیشک وہی ہے جو ہنساتا ہے اور رلاتا ہے۔
(اظهر)

44۔ وَاَنَّهٗ هُوَ اَمَاتَ وَ اَحۡيَا ۙ ٤٤

اور بیشک وہی ہے جو مارتا ہے اور جلاتا ہے۔
(اظهر)
ملک، 67:2 - ٱلَّذِىۡ خَلَقَ الۡمَوۡتَ وَالۡحَيٰوةَ لِيَبۡلُوَكُمۡ اَيُّكُمۡ اَحۡسَنُ عَمَلًا ؕ

45۔ وَاَنَّهٗ خَلَقَ الزَّوۡجَيۡنِ الذَّكَرَ وَالۡاُنۡثٰىۙ ٤٥

اور بیشک وہی ہے جو مذکر و مونث کا جوڑا پیدا کرتا ہے۔
(اظهر)

46۔ مِنۡ نُّطۡفَةٍ اِذَا تُمۡنٰى ٤٦

اس نطفے سے جب ٹپکایا جاتا ہے۔
(اظهر)

47۔ وَاَنَّ عَلَيۡهِ النَّشۡاَةَ الۡاُخۡرٰىۙ ٤٧

اور بیشک دوبارہ پیدا کرنا اسی (اللہ) کے ذمہ ہے۔
(محمد حسین نجفی)

48۔ وَاَنَّهٗ هُوَ اَغْنٰى وَ اَقْنٰىۙ ٤٨

اور بیشک وہی غنی کرتا ہے اور فقیر کرتا ہے۔
(اظھر)

📖 آقنٰی:(ق ن ی) القنیۃ ثابت سرمائے جیسے باغات، جائداد وغیرہ کو کہتے ہیں۔ اقناہ اللہ مالًا۔ بعض نے قنی کے افقر بھی کیا ہے۔ یہ اس صورت میں ہے کہ یہاں باب افعال کو بمعنی سلب لیا جائے اَقْنٰی ، سرمائے کو سلب کیا۔ جیسے اعجم ابہام کو دور کیا۔ اس صورت میں آیت کا ترجمہ یہ ہو گا: اور یہ کہ وہی دولت مند بناتا ہے اور فقیر بھی۔ (کوثر)

SIRIUS

49۔ وَاَنَّهٗ هُوَ رَبُّ الشِّعْرٰىۙ ٤٩

اور بیشک وہی (ستارہ) شعریٰ کا بھی رب ہے۔
(اظھر)

✎ بات ستارے سے شروع ہوئی تھی۔ وَالنَّجمِ اِذَا ھَوٰی ١ – اور یہاں "شعریٰ" کا ذکر بھی آگیا۔ یعنی Sirius جو کانسٹیلیشن Canis Major میں پایا جاتا۔ اور ہمارے آسمان کا سب سے تیز چمکنے والا ستارہ ہے۔ اور ہم سے 8 نوری سال دور ہے۔

📖 Sirius is gradually moving closer to the Solar System; it is expected to increase in brightness slightly over the next 60,000 years to reach a peak magnitude of −1.68.

✎ سورج سے زمین تک روشنی 8 منٹ میں پہنچتی ہے۔
اور سیریس سے زمین تک روشنی 8 سالوں میں پہنچتی ہے۔

? کیا واقعہ معراج میں، ستارہ شعرٰی کا کوئی کردار ہے؟ (واللہ اعلم)

کہ دونوں کا ذکر ایک ہی سورۃ میں آتا ہے، جس سورۃ کا نام خود "نجم" یعنی ستارہ ہے۔

✎ یہ سورہ، "نجم" سے شروع ہوتا ہے، پھر معراج کا تذکرہ، یعنی ٹوٹل Astronomy۔ جب یہ سب کچھ چل رہا ہو تو Sirius کو کیسے چھوڑ دیں۔ اسکا ذکر تو لازمی بنتا ہے۔ جبکہ سورہ تکویر میں Planets کی قسم اللہ تعالیٰ پہلے ہی کھا چکے۔ (فلا أقسم بالخنس، الجوار الکنس، آیات 15، 16)۔

یعنی قرآن میں کوئی ایسی "قابل ذکر" چیز ہے نہیں جسکا کا اللہ نے ذکر نہ کیا ہو۔

یہ بات کرتے ہوئے، ذہن میں آتا ہے کہ آسمان میں ایک اور ستارہ ہے جو کافی قابل فکر اور قابل ذکر ہے، اسے Northern-Star یا North-Star یا Polaris کہتے ہیں، جو اپنی جگہ نہیں چھوڑتا۔

یعنی سب ستارے غروب ہوتے، طلوع ہوتے، پر Northern-Star کم و بیش وہیں رہتا، اسکا سبب اسکی لوکیشن نارتھ پول کی بالکل اوپر ہونا ہے۔ اور پرانے زمانے کے بحری سیاح اسی ستارے کو دیکھ کر طرف معلوم کرتے تھے۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا اسکا ذکر بھی قرآن میں کہیں ہے؟

بالکل ہے:

وَهُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ النُّجُوْمَ لِتَهْتَدُوْا بِهَا فِیْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ؕ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ ۹۷ (انعام 6:97)

اور وہی ہے جس نے تمہارے لئے تاروں کو صحرا اور سمندر کی تاریکیوں میں راستہ معلوم کرنے کا ذریعہ بنایا۔ دیکھو ہم نے نشانیاں کھول کر بیان کردی ہیں' ان لوگوں کے لئے جو علم رکھتے ہیں ۔

قومِ عاد، ثمود، نوح، و لوط

50۔ وَاَنَّهٗۤ اَهۡلَكَ عَادَا ۨالۡاُوۡلٰى ۙ ۵۰

اور بیشک اُسی نے عاد، اولٰی کو ہلاک کیا۔

(اظھر)

51۔ وَثَمُوۡدَا۟ فَمَاۤ اَبۡقٰى ۙ ۵۱

اور ثمود کو بھی پس کسی کو باقی نہ چھوڑا۔

(ڈاکٹر اسرار احمد)

52۔ وَقَوۡمَ نُوۡحٍ مِّنۡ قَبۡلُ ؕ اِنَّهُمۡ كَانُوۡا هُمۡ اَظۡلَمَ وَاَطۡغٰى ؕ ۵۲

اور قومِ نوح کو ان سے پہلے، کہ وہ لوگ بڑے ظالم اور سرکش تھے۔

(علامہ جوادی)

53۔ وَالۡمُؤۡتَفِكَةَ اَهۡوٰى ۙ ۵۳

اور الٹی بستیوں کو (بھی) تباہ کر دیا۔

(اظھر)

📖 **قوم لوط کی طرف اشارہ ہے کہ قوم لوط کی بستی کو الٹ دیا گیا تھا۔ دوسری جگہ فرمایا: فَلَمَّا جَآءَ اَمرُنَا جَعَلنَا عَالِیَہَا سَافِلَہَا.. (۱۱ ھود: ۸۲)**

پس جب ہمارا حکم آگیا تو ہم نے اس (بستی) کو تہ و بالا کر دیا۔
(کوثر)

📖 المُؤْتَفِكَاتُ ۔ اَفَکَ کے معنی جھوٹ بولنے کے ہیں۔ نیز کسی کو اس کی صحیح راہ سے پھیر دینا بھی۔ اس لحاظ سے اِئْتَفَکَ میں صحیح راہ سے ہٹ جائے اور جھوٹ گھڑ لینے کا مفہوم آسکتا ہے۔ اَلْمُؤْتَفِكَاتُ ان ہوائوں کو بھی کہتے ہیں جو اپنے صحیح رخ سے ہٹی ہوئی چلتی ہیں۔ لہٰذا المُؤْتَفِكَاتُ کے معنی ہو سکتے ہیں وہ بستیاں جو اپنی صحیح روش پر قائم نہ رہیں اور غلط اعمال کرتی رہیں۔ یا جھوٹ گھڑتی رہیں۔ اگرچہ قرآن مجید کا طرز بیان یہی بتا رہا ہے کہ وہ خاص بستیاں تھیں جنہیں الٹ دیا گیا تھا۔ (مفہوم القرآن - ڈکشنری)

✎ اس آیت کے یہ 2 الفاظ بہت کچھ بیان کرتے:
سب سے پہلے لفظ "ھویٰ"، یہ وہی لفظ ہے جو سورہ کی پہلی آیت میں آیا۔
اس کے دو معنیٰ ہے، ایک اوپر سے نیچے گرنا، دوسرا ہوا ہوس سے انسانی جذبہ اور خواہش۔
دوسرا لفظ "المؤتفكات"، جیسا کہ اوپر لکھا ہوا ہے، الٹ دینا، صحیح راہ سے ہٹ جانا، غلط روش اختیار کرنا...
اب ایک طرف: قوم لوط ہوا ہوس کی پیروی کرتے ہوے غلط روش پر چل رہی تھی۔ یعنی کام ہی الٹے کر رہی تھی۔
دوسرا یہ کہ: اللہ تعالی نے ان پر عذاب ایسا نازل کیا کہ انکی بستیوں کو اٹھا کر اوندھا پٹخ دیا۔ "وہ اوندھی کی ہوئی بستیاں جن کو اٹھا کر نیچے گرا دیا گیا۔"

✎ میں نے ترجمے میں "الٹی کی ہوئی" یا "الٹی ہوئی" بستیاں نہیں لکھا۔ کہ اس سے پتا چلتا کہ وہ بستیاں عذاب سے الٹی کی گئی تھی۔ پر صرف "الٹی بستیوں.." لکھا ہے کہ اس سے یہ تاثر بھی آتا کہ ان کے کام بھی الٹے تھے۔ یعنی دونوں مفہوم سے اگر پڑھا جائے تو ٹھیک لگے۔

54۔ فَغَشّٰهَا مَا غَشّٰیۚ ٥٤

پھر ان پر چھایا جو چھایا۔
(بلاغ القرآن)

📖 آسمان سے برسنے والے پتھروں کے ان پر چھا جانے کی طرف اشارہ ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ فرمایا:

وَ اَمطَرنَا عَلَیہَا حِجَارَۃً مِّن سِجِّیلٍ ۙ مَّنضُوۡدٍ (۱۱ ھود: ۸۲)

اور اس پر پختہ مٹی کے پتھروں کی لگاتار بارش برسائی۔ (کوثر)

✎ یہ "چھا جانا" یا "ڈھانک لینا" آیت 16 میں بھی آیا۔ اِذۡ یَغۡشَی السِّدۡرَۃَ مَا یَغۡشٰیۙ ١٦

55۔ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكَ تَتَمَارٰی ٥٥

پھر تم اپنے رب کی کن کن کاموں میں شک کروگے۔
(اظھر)

📖 آلَا ءٔ پر بحث کرتے ہوئے علامہ حمید الدین فراہیؒ اپنی تالیف مفردات القرآن صفحہ 11 پر لکھتے ہیں:

"اگرچہ آ لَا ءٔ کے معنی بالاتفاق نعمتیں ہی بتائے جاتے ہیں لیکن

قرآن مجید اور اشعار عرب میں اس لفظ کا استعمال بتا رہا ہے کہ اس کے یہ معنی نہیں ہیں۔ بظاہر اس کے معنی ”عجیب کاریگریاں“ معلوم ہوتے ہیں جن کے لیے فارسی کا لفظ” کرشمہ“ استعمال ہو سکتا ہے...“۔

نوٹ: آلَاۃٌ کا واحد اَ لْوٌ تاج العروس کے علاوہ اور کہیں نہیں ملا۔ دیگر کتب لغت و تفاسیر میں اس کا واحد اِلیً۔ اَلیً اور اِلْیٌ آیا ہے ۔ البتہ اس کے معنی نعمت اور قدرت دونوں آئے ہیں۔ (مفہوم القرآن – ڈکشنری)

✎ سورہ رحمٰن میں یہ آیت "فَبِاَيِّ اٰلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ" بار بار repeat ہوتی ہے: اور اسکا ترجمہ کیا جاتا "اور تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤگے۔"

پر سورہ رحمٰن میں صرف نعمتوں کا ذکر نہیں ہے بلکہ سزا، قیامت اور جھنم کا ذکر بھی ہے... جیسے:

" مجرم وہاں اپنے چہروں سے پہچان لئے جائیں گے اور انہیں پیشانی کے بال اور پاؤں پکڑ پکڑ کر گھسیٹا جائے گا۔ " 41
تو تم اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے؟ 42

یہی وہ جہنم ہے جسے گنہگار لوگ جھٹلاتے تھے۔ 43
اسی جہنم اور کھولتے ہوئے پانی کے درمیان وہ گردش کرتے رہیں گے۔44
تو تم اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے؟

? بھلا ان آیات میں ترجمہ "نعمت" کیسے ٹھیک ہے؟

✎ اس حساب سے، آلاء کا اصل ترجمہ یعنی، اللہ کے کام، اللہ کی کاریگریاں، اللہ کے کرشمے، اللہ کی قدرت، اللہ کی آیات... زیادہ مناسب ہے۔

✎ اور اس سورہ میں بھی، یہ آیت اپنی سیاق آیتوں کو لے کر بات کر رہی۔ یعنی غالباً آیت 43 سے، اللہ تعالیٰ اپنی نشانیاں، اپنے کرشمے، اپنے کام گنوا رہا ہے... وہی ہنساتا ہے وہی رلاتا ہے، وہی مارتا ہے وہی جلاتا ہے، وہی نافرمان، سرکش قوموں کو تباہ کرتا ہے... تو ان آیات میں بھی ہر ایک چیز پر "نعمت" کا اطلاق نہیں ہوسکتا۔

📖 تتماری: قرآن کریم میں ہے اِنَّ الَّذِيْنَ يُمَارُوْنَ فِي السَّاعَةِ[42: 18]۔ جو لوگ اَلسَّاعَةُ کے بارے میں شک اور تردد میں پڑے ہیں۔ سورہ کہف میں ہے۔ فَلَا تُمَارِ فِيْهِمْ[18: 22]۔ ان سے ان کے بارے میں جھگڑا مت کر۔ سورہ بقرہ میں ہے۔ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ[2: 147]۔ جھگڑا کرنے والوں یا شک اور تردد کرنے والوں میں سے نہ ہو جا۔ (مفہوم القرآن)

56۔ هٰذَا نَذِيْرٌ مِّنَ النُّذُرِ الْاُوْلٰى ٥٦

یہ ایک تنبیہ ہے پہلے آئی ہوئی تنبیہات میں سے۔

(مودودی)

قیامت

57۔ اَزِفَتِ الْاٰزِفَةُ ۚ ٥٧

قریب آنے والی قریب آگئی۔

(وحید الدین)

📖 قیامت نزدیک ہو گئی جو قیامت ہر صورت میں آنے والی ہے۔ درحقیقت قیامت کی ابتدا موت سے ہو جاتی ہے کہ اگلی زندگی کی قسمت کا فیصلہ موت کے وقت سنا دیا جاتا ہے۔ حدیث میں آیا ہے:

من مات فقد قامت قیامتہ۔ (بحار الانوار۵۸: ۷)

جو مر گیا اس کی قیامت برپا ہو گئی۔ (کوثر)

✎ عین ممکن ہے کہ موت کے فوراً بعد بندے کا حساب کتاب شروع ہوجائے اور اسے جنت و جھنم بھیج دیا جائے۔ اسکی دلیل قرآن سے ہی سورہ یٰس میں ہی مومن آل یٰس کی ہے... قِيۡلَ ادۡخُلِ الۡجَنَّةَ‌ ؕ (36:26) "اُسے کہا گیا جنت میں داخل ہوجا۔" (اور ممکن ہے یہ بات confirmed جنتی و جہنمی کے لیے ہو) اگر ایسا ہی ہے تو معراج پر بھی نبی اکرمﷺ جو جنت و جھنم دیکھی، وہ real تھی۔ نہ کہ برزخی یا dramatized۔ (واللہ اعلم)

✎ ہمیں نہیں معلوم ہم مرنے کے بعد کس dimension میں چلے جاتے، وہاں پر وقت کیسے گزرتا؟ جب کہ وقت relative ہے تو ہر کسی کے لیے مختلف بھی ہوسکتا۔ ہوسکتا کسی کے لیے اتنا سست ہوجائے، اور وہ ایسی بری جگہ پھنسا ہو کہ وہاں سے نکلنے کے لیے اربوں کھربوں سال انتظار کرنے کے علاوہ اور کوئی چارہ نہ ہو۔ اور ہوسکتا کسی کے لیے اتنا فاسٹ فارورڈ ہوجائے کہ اس کی ساری formalities جلدی سے طے ہوجائیں اور وہ جنت میں (یا جھنم) میں پہنچ جائے۔ بہرحال واللہ واعلم... پر پہلی بات بہت اسٹرانگ ہے کہ بندے یہ نہ سوچے کے ابھی مرنا ہے، مرنے میں اتنے

سال پڑے ہیں، پھر قبر میں مجھے کئی لاکھو سالوں سونا ہے۔ پھر جاکر قیامت آئے گی.. نہیں!...بلکہ تمہارے مرتے ہیں تمہں کسی پورٹل سے اپنے مقام پر شفٹ کردیا جائیگا۔ وہ جنت بھی ہوسکتی وہ جھنم بھی... اور موت کس وقت آئے کسی کو کچھ پتا نہیں۔ بس بندے کو چاہیے اپنے گناہوں سے توبہ کرلے۔ یہ دنیا رہنے کی جگہ نہیں ویسے بھی، منزل اصل آگے ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کہتا ہی ہے۔ ازفت الأزفہ۔ قریب آنے والی قریب آگئی۔ جب اللہ کہتا قریب آگئے تو سمجھ جانا چاہیے وہ اتنے قریب ہے جتنی موت!)
جیسا کہ کہا گیا، قبر جہنم کے گھڑوں میں سے ایک گھڑا ہے، یا جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔

✎ یعنی "قیامت" تو ایک دن برپا ہوگی، جس دن "یہ نظریں جھکائے ہوئے قبروں سے اس طرح نکلیں گے جس طرح ٹڈیاں پھیلی ہوئی ہوں (قمر، 54:7)"، سورہ واقعہ: دائیں ہاتھ والے، اور بائیں ہاتھ والے، اور سابقون السابقون... سورہ قارعہ: جس کا پلڑا ہلکا ہوگا، اور جس کا پلڑا بھاری ہوگا... سورہ قیامۃ... سورہ یٰس: "اور (جس وقت) صور پھونکا جائے گا یہ قبروں سے (نکل کر) اپنے پروردگار کی طرف دوڑ پڑیں گے۔ "... یہ سب سورتیں اور آیتیں بتاتی ہیں کہ وہ ایک اجتمائی gathering والی قیامت الگ ہی چیز ہے، "جس دن پہاڑ رنگین منتشر روئی کے مانند اڑیں گے۔ (قارعہ)... پر اس سے پہلے جو جنتی ہوگا، وہ مرنے کے فورا بعد مثل جنت میں، اور جو جہنمی ہوگا وہ مرنے کے فورا بعد مثل جہنم میں پہنچ جائے گا۔ اور سورہ واقعہ بتاتی ہے کہ انسان تین کیٹیگریز ہوجائے گا اور مرتے دم ہی اسے پتہ چل جائے گا وہ کس کیٹیگری میں آتا۔

جنت ہ جھنم

✎ (میرے نزدیک) بہرحال جنت و جھنم اسی کائنات، بلکہ most probably اسی گیلیکسی کی جگہ ہے، شاید مختلف planets ہیں. جنت والے سیارے زیادہ خوبصورت، بڑے، شاندار، خوبصورت حوروں والے، اور اللہ کی دوسری خوبصورت مخلوقات کے ساتھ، یعنی ہمیشہ لڑکے رہنے والے غلام، اور چرند پرند اور دوسرے جانور بھی. جیسا کہ آیت آتی ہے کہ جنتی وہاں پرندوں کا گوشت بھی کھائیں گے.

اور جھنم والے سیارے اس دنیا سے بھی بدتر، گرم، ریگستان، اور نہ کوئی چھائوں، اور پینے کے لیے پیپ اور کھولتا ہوا پانی وغیرہ...

اگر جہنم اگر ایک پلانیٹ ہوا تو اس کے، اس دنیا کے طرح جیسے اس دنیا میں ہی کئی علائقہ ایسے ہیں جو مثل جہنم ہیں کہ وہاں ٹیمپریچر بہت زیادہ یا بہت کم ہوتا ہے، اور رہنے کے لائق نہیں، اور کئی علائقہ ایسے ہیں جیسے مثل جنت ہیں، کہ 12 مہینہ خوشگوار موسم اور رزق کی فراوانی... – ایسی ہی جہنم کے کئی حصہ/علائقہ ایسے ہوں گے جو بہت سخت تو کچھ ایسے ہوں گے جو تھوڑا کم سخت... تبھی جہنم کے حوالے سے قرآن میں مختلف نام آتے جو اس کے مختلف علائقوں کی طرف اشارہ ہوسکتا. جیسے جہنم، سقر، ھاویہ، جحیم، حطمہ، نار...

⇦ جہنم کے سات دروازے ہیں – سورہ حجر آیت 44

جنت ایک پلانیٹ بھی ہوسکتا جہاں کے مختلف طبقات ہوں گے، پر زیادہ بہتر خیال یہ ہے کہ جنت و جہنم ایک ایک پلانیٹ نہیں پر کئی پلانیٹ پر مشتمل ہوسکتا۔ اور جیسا کہ کہتے جنت کے 8 دروازے ہیں، باب الصلاۃ، باب الصیام، باب الصدقہ، باب الجہاد، باب الحج، باب الکاظمین الغیظ، باب الایمان، باب الذکر... تو مطلب یہ مختلف جنتیں ہوگیں، مختلف پلانیٹس، اور ہر جنت کا اپنا مزہ ہوگا، اپنے لوازمات ہوگا جو اور کہیں نہیں ملیں گے، اور ہر باب/جنت/پلانیٹ کی ٹکٹ/چابی/اجازت نامہ صرف اُسی کے پاس ہوگا، جو اس کا حقدار ہوگا۔ تو کوئی ایک جنت کا حقدار ہوسکتا، تو کوئی ساری آٹھوں کا تو کوئی بیچ میں کہیں 4، 5 کا...

⇦ نیچرل قوانین کے حساب سے ضروری نہیں کہ ہر چیز کو ہم اس دنیا سے تطبیق دیں، بلکہ اللہ ہی ہرچیز کی قدر معین کرتا ہے، اللہ ہی قانون بناتا ہے۔ اس لیے وہاں کے قدرتی قوانین عین ممکن ہے یہاں سے کچھ یا زیادہ مختلف ہوں۔ وہاں چیزیں پرانی نہیں ہوتی، وہاں چیزیں مرتی نہیں ہیں۔ وہاں چیزیں خراب نہیں ہوتی، وہاں پھل زیادہ مزیدار ہیں، وہاں کے پھل زیادہ بڑے ہیں، اور اللہ چاہے تو جتنے پھلوں کے انواع و اقسام دنیا میں پائی جاتی اس سے لاکھوں کروڑوں اقسام کے اور پیدا کردے۔ جن میں سے کچھ دنیا کے پھلوں سے ملتے جلتے بھی ہوں گی، تبھی بندے کہیں گے ایسے ملتے جلتے پھل تو ہم دنیا میں بھی کھاتے رہے ہیں۔ اس دنیا کی ہر چیز کا اصل کچرہ اور گندگی ہے، سارے درخت و پودے اپنی انرجی گندی مٹی اور کچرے، اور کھاد سے لیتے ہیں، جو کہ جانوروں و

انسانوں کی فضلا ہوتا ہے، یا خود مرے ہوئے جانور، انسان اور پودے۔ وہی درخت و پودے جب پھل سبزیاں پیدا کرتے، تو ہم مزے سے کھاتے ہیں۔
پر جنت اتنی آگے کی ہے کہ وہاں کی مثال یاقوت مرجان اور ہیرے موتیوں کی ہے۔ یعنی وہاں کے درخت اور پودے بھی ہیروں کا پانی پیتے ہیں اور یاقوت کی کھاد لیتے ہیں، تو پھر ان سے جو پھل پیدا ہوں گے، بندہ صرف اندازہ ہی لگا سکتا ہے۔ یعنی ستاروں کے heavy elements جو اس دنیا میں شاذ و نادر ہی پائے جاتے، اُن عناصر سے actually وہ planets بنے ہوں گے۔ پھر جس کی بنیاد ہی ہیرے جواہرات، یاقوت و مرجان پر ہو تو پھر بندہ خود ہی اندازہ لگا سکتا ہے۔

یعنی یہ دنیا جو مٹی سے بنی ہو اور پھر بھی ہمیں اتنی خوبصورت لگتی کہ انسان اس کے اوپر مر مٹتا ہو، تو پھر جو جواہرات کی بنی ہو وہ کیسی ہوگی!

بہرحال جنت ایک Advanced Civilization ہے، کم سے کم بھی Type 3 Civilization، جہاں پر ایک پلانیٹ سے دوسرے پلانیٹ پر جانا ایسا ہی ہے جیسے گھر سے نکل کر ٹھلنا۔ اور اسی وجہ سے ان کی آپس Communication بھی ہوپائیگی۔ یعنی ایک جنت (پلانیٹ) والے دوسری جنت (پلانیٹ) والے سے بات چیت بھی کرسکیں گے۔ اور جھنمیوں والوں کو بھی دیکھ سکیں اور چاہیں تو بات کریں۔ تبھی جنتی اور جھنمی والوں کا مختلف آیات میں ذکر ہوتا ہے کہ جھنمی کہیں گے جنتیوں سے کے ہمیں بھی تھوڑا دے

دو کھانے پینے کے لیے جو اللہ نے آپکو نعمتیں دی ہیں، اور جنتی کہیں گے نہیں، اللہ نے یہ چیزیں تم پر حرام کی ہیں، نہیں دے سکتے۔

جنت کے پلانیٹس کی پوری کالونی ہوسکتی ہے، astronomically جسے locality بھی کہتے۔ اس میں ہم اندازہ لگا سکتے ہیں کیا پتا لاکھوں یا کروڑوں پلانیٹس ہوں۔ جس میں کچھ چھوٹے ہوں گے تو کچھ بڑے ہوں گے، کچھ دوسرے سے تھوڑے کم ہوں گے تو کچھ دوسرے سے زیادہ مراعات اور facilities والے۔ ہوسکتا کوئی چھوٹا جنتی اپنے کسی بڑے جنتی دوست سے ملنے اس کے پلانیٹ پر جائے، اور وہ اسکو سیر کروائے تو اچانک اُسے بہت بڑا ایک پہاڑ دکھے، جو نیلے رنگ کا ہو اور اُس پہاڑ کی کیا بات ہو۔ اسکا لاوا کھانے میں ایسا ہو کہ بند ترستا رہ جائے۔ چھوٹا جنتی بول سکتا بڑے جنتی کو، یار یہ چیز میرے پاس نہیں۔ (یقیناً تجھے تیرے کسی خاص عمل کی وجہ سے ملا ہوگا)...

سب سے بڑی جنت تو یقیناً رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہوگی، جس جنت کے مقیم علیؑ، فاطمہ سلام اللہ علیہا، اور حسنؑ و حسین علیہم السلام اور دیگر ائمہؑ ہوں گے۔ اور یہ بالکل بیچ، مرکز اور اعلیٰ مقام پر ہوگی۔ یہ اس لوکلٹی کا کیپیٹل اور اعلی مقام ہوگا۔ یہاں کی رسائی تو کئی دوسرے جنتیوں کو بھی نصیب نہیں ہوگی۔ بشرطیکہ اس جنت کے سردار تھوڑا وزٹ کرانے کی اجازت دیدیں۔ اور اسی کیپیٹل سے پوری لوکلٹی کنٹرول ہوتی ہوگی۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ اس کائنات کے ہر کام کو ایک systematic طریقے سے رکھا ہوا ہے، اور اس دنیا میں بھی ایک نظام بنایا ہے، یعنی گاوں، گوٹھ، قصبے، شہر، صوبے اور ملک ... اور اس میں بھی کئی لوگوں کو حاکم، سردار، وزیر اور بادشاہ بنایا ہے۔ اور ان کو کا معاملات میں اختیارات دے رکھا ہے۔

اسی طرح، یقیناً جنت و جھنم کا بھی ایک نظام ہوگا، وہاں کے داروغہ ہوں گے، وہاں کے خدمت گزار ہوں گے... کہ مطلب ایک سسٹم ہوگا۔ وہاں پر وہاں کے ultimate بادشاہ بذاتِ خود اللہ تبارک و تعالیٰ ہوگا۔ لِّمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ۖ لِلَّهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ۔

پر اللہ کی ذات اس سے بزرگ و برتر ہے کہ ہر چھوٹی موٹی بات میں خود ملوث ہو۔ اس لیے وہاں کا اللہ تعالٰی جنت و جہنم کا نظام چلانے کے کئی اختیارات نبی مکرمﷺ کے حوالے کردیں گے۔

(یہ میرا ایک خیال/مفروضہ ہے، اس مناسبت سے کہ "اللہ رحمٰن ہے تو لوگوں کو جہنم میں کیسے بھیجے گا، یہ ٹاپک ہم سورہ اعلٰی میں کچھ ڈسکس کر آئے)

یعنی اللہ کی مخلوقات میں سے اُس دنیا کے بادشاہ نبی اکرم ﷺ ہوں گے۔ اور انکے وزیر علیؑ ہوں گے۔ جیسا کی روایت "لواء الحمد" میں آتا ہے۔

📜 سنی احادیث:

1.صحیح ابن حبان / مسند احمد / دارمی وغیرہ میں روایت:

عن النبي ﷺ قال: "أنا سيّد ولد آدم يوم القيامة ولا فخر، وبيدي لواء الحمد"...

"میں قیامت کے دن اولادِ آدم کا سردار ہوں گا اور فخر نہیں۔ اور میرے ہاتھ میں 'لواء الحمد' ہوگا"...

(مسند احمد، صحیح ابن حبان)

ثم قال رسول الله صلى الله عليه وآله: إذا كان يوم القيامة يأتيني جبرئيل ومعه لواء الحمد وهو سبعون شقة الشقة منه أوسع من الشمس والقمر، وأنا على كرسي من كراسي الرضوان فوق منبر من منابر القدس فآخذه وأدفعه إلى علي بن أبي طالب عليه السلام، فوثب عمر بن الخطاب فقال: يا رسول الله وكيف يطيق على حمل اللواء وقد ذكرت أنه سبعون شقة الشقة منه أوسع من الشمس والقمر، فقال النبي صلى الله عليه وآله: إذا كان يوم القيامة يعطي الله عليا من القوة مثل قوة جبرئيل، ومن النور مثل نور آدم، ومن الحلم مثل حلم رضوان، ومن الجمال مثل جمال يوسف، ومن الصوت ما يداني صوت داود، ولولا أن يكون داود خطيبا في الجنان لاعطى مثل صوته، وإن عليا أول من يشرب من السلسبيل والزنجبيل لا يجوز لعلي قدم على الصراط إلا وثبتت له مكانها اخرى، وإن لعلي وشيعته من الله مكانا يغبطه به الاولون والآخرون۔

Al-Khiṣāl - Hadith 1, Book 25, Chapter 5 | Thaqalayn

When the Resurrection Day comes, Gabriel will come to my presence with the Flag of Praise (‘Leva ul-Hamd) which has seventy long narrow pieces each of which is wider than the Sun and the Moon. He will come to me when I am sitting on one of the chairs in Paradise atop one of the many sacred pulpits. I will take the flag and entrust it to Ali ibn Abi Talib.” Then Umar ibn Khat’tab jumped from his place and said, “O Prophet of God! How could Ali stand to hold it with it having seventy pieces each of which is wider than the Sun and the Moon?” Then the Prophet (MGB) replied, “When the Resurrection day comes God will grant Ali (MGB) powers similar to the powers of Gabriel, light similar to the light of Adam, patience similar to the patience of Paradise, beauty similar to the beauty of Joseph, a good voice like the voice of David. Were it not that

David is going to be the speaker of Paradise, God would have given David's voice to Ali (MGB). Indeed Ali will be the first person to drink from the fresh cool water (Salsabil) and ginger (Zanjebil) Pool.

✎ جیسے دنیا میں بادشاہوں کو کئی اختیارات ہوتے ہیں تو یقیناً جنت والی دنیا میں بھی ان ہستیوں کو کئی اختیارات ہوں گے۔ ہر مرنے والا جب وہاں پہنچتا ہوگا، تو ان کو اختیار ہوگا کہ مرنے والے کے کریکٹر کو دیکھتے ہوئے اسے جنت میں بھیجیں یا جھنم میں۔ (اور اس بات سے وہ روایت بھی ٹھیک ہوجاتی کہ علی جنت و جھنم تقسیم کریں گے) جیسا کہ کئی اللہ والوں کا عمل خود اللہ کا عمل کہلاتا ہے۔ (کیوں کہ اللہ کے اذن سے ہوتا ہے)... جیسا اللہ کہتا ہے، یہ نبی اپنی خواہش سے نہیں بولتا پر یہ تو وحی ہے۔ دوسری جگہ فرماتا: یہ پتھر تم نے نہیں پھینکے پر اللہ نے پھینکے۔ جیسے فرشتوں کے بارے میں ہے کہ کبھی کہتا ملک الموت موت دیتا، کبھی فرماتا اللہ موت دیتا۔ جیسے جبرئیل کے بارے میں ہے کہ اللہ وحی کرتا، یا جبرئیل کے ذریعے وحی کرتا۔ (بات ایک ہی ہے) تو یہاں بھی بات وہی ہے کہ اللہ کہتا میں جھنم میں ڈالوں گا، یا پھر مرنے کے بعد علی کسی کو جھنم میں ڈالے، یا نبی کسی کو جھنم میں ڈالے۔

یعنی جیسے ملک الموت کا عمل اللہ کا عمل ہے۔

جبرئیل کی وحی، اللہ کی وحی ہے،

تو علی کا جنت و جھنم میں لوگوں کو ڈالنا، باذن اللہ بااختیارِ اللہ ہی ہوگا۔ یعنی اللہ نے ان کو اختیار دیا ہوا ہے۔

جیسا اللہ کہتا ہے ہم چاہتے ہی ہیں جو دنیا میں کمزور بنائے گئے انھیں طاقت دیں۔ اور مولا علی کی مظلومیت تو یہاں سے عیاں ہے کہ وہ کہتے، میں لوگوں کو سلام کرتا وہ جواب تک نہیں دیتے۔

58۔ لَيۡسَ لَهَا مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ كَاشِفَةٌ ؕ‏ ٥٨

اللہ کے سوا کوئی اس کو ہٹانے والا نہیں

(وحید الدین)

59۔ اَفَمِنۡ هٰذَا الۡحَدِيۡثِ تَعۡجَبُوۡنَۙ ٥٩

کیا بھلا تم اس بات سے تعجب کرتے ہو؟

(اظھر)

زمر، 39:23 - اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحۡسَنَ الۡحَدِيۡثِ كِتٰبًا۔۔۔

60۔ وَتَضۡحَكُوۡنَ وَلَا تَبۡكُوۡنَۙ ٦٠

اور ہنستے ہو اور روتے نہیں

توبه، 9:82 - فَلۡيَـضۡحَكُوۡا قَلِيۡلًا وَّلۡيَبۡكُوۡا كَثِيۡرًا‌ ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوۡا يَكۡسِبُوۡنَ ٨٢

61۔ وَاَنۡتُمۡ سٰمِدُوۡنَ ٦١

اور تم تکبر کرتے ہو

(وحیدالدین)

سَمَدَ۔ سُمُوْدًا ۔ تکبر سے سر کو اٹھائے رکھنا*(تاج)۔ ابن فارس نے کہا ہے کہ اس کے بنیادی معنی رکے بغیر آگے بڑھتے چلے جانے کے ہیں۔ چنانچہ سَمَدَتِ الْاِبِلُ فِیْ سَیْرِھَا کے معنی ہیں اونٹ تیز رفتاری سے ناک کی سیدھ آگے بڑھتے گئے۔ اس سے اس کے معنی تکبر اور سرکشی کئے جاتے ہیں۔ نیز من مانی کرنے کے بھی۔ (ڈکشنری)

62۔ فَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ وَاعْبُدُوْا ۩ ٦٢

پس اللہ کے لیے سجدہ کرو اوراسی کی عبادت کرو

(وحید الدین)

📖 واضح رہے: اس آیت پر سجدہ واجب ہے۔ (کوثر)

Acknowledge: ۔ اس مطالعہ قرآن میں جو ذاتی خیالات پیش کیے گئے ہیں، وہ میری اپنی understanding کے لیے ہیں۔ کوئی چاہے تو تائید کرے، کوئی چاہے تو تردید کرے۔ وہ محض خیالات ہیں، جو درست بھی ہوسکتے، اور غلط بھی، اور partially درست بھی۔ اس لیے ذاتی خیالات جس کے آگے ✒ پین چھپا ہوا ہے، ان کو آپ نظر انداز کر سکتے۔

الحمد للہ رب العٰلمین

وَمَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ ۖ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَىٰ رَبِّ الْعَالَمِينَ

اظہر حسین ابڑو (اللَّهُمَّ ٱغْفِرْ لَهُ وَٱرْحَمْهُ وَعَافِهِ وَٱعْفُ عَنْهُ)

Date: 8-Oct-2021, 1st Rabi al-Awwal, 1443h

Revised, added and Modified

29-June-2023, 10th Zul Hajj, 1444

13 July 2025